ہندو مذہب

کی

معلومات

رقم کردہ حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی

جسمیں رسالہ

فلسفہ ملل ہنود
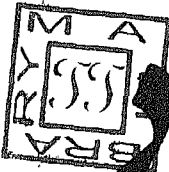
از نواب سر امین جنگ بہادر بھی شامل ہے

ستمبر ۱۹۲۷ء میں دوسری بار

حلقہ مشائخ بکڈپو دہلی نے شائع کیا

مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس دہلی

ہندو تاریخ کی کتاب

کرشن بیتی

یہ ایک سو بانوے صفحے کی کتاب ہی، اور دو دفعہ چھپی ہی، اس کا ترجمہ انگریزی گجراتی اور ہندی زبانوں میں ہو چکا ہی، اس میں ہندوں کے مشہور اوتار سری کرشن جی کی سوانحعمری ہے کسی مسلمان نے آجتک سری کرشن جی کے حالات اس تفصیل اور صفائی سے نہیں لکھے تھے، یہی وجہ ہے کہ کتاب بیحد مقبول ہوئی۔ اس میں عکسی تصاویر بھی ہیں مضامین کی فہرست حسب ذیل ہے:-

دیباچہ از مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت مداری سابق وزیر اعظم حیدرآباد دکن، دوسرا دیباچہ از مولانا عبدالماجد صاحب بی۔ اے مصنف فلسفۂ جذبات وغیرہ تیسرا دیباچہ از مصنف۔ پہلی بیتی۔ سستم کی تاریکی۔ راجہ کنس کا حال۔ دوسری بیتی سچائی کا سویرا یعنی سری کرشن کی ولادت کا حال۔ تیسری بیتی۔ دن کی شروعات یعنی بچپن کا حال گوکل سے بندرابن جانا۔ راس لیلا۔ رادھاجی عشقبازی کی حقیقت چوتھی بیتی۔ اجالے کی اٹھان یعنی راجہ کنس کے قتل کا بیان متھرا پر ہولناک یورش۔ کرشن جی کی پہلی شادی اور چھوٹی چھوٹی لڑائیاں۔ کوروں اور پانچال کی حقیقت۔ لاکھا منڈپ۔ دروپدی کی شادی۔ دروپدی کے پانچ خاوند۔ اندرپرستھ کا آباد ہونا۔ ارجن کی دوسری شادی سری کرشن کی پوجا۔ جراسندھ کی ہلاکت۔ راج سو یگ پانچویں بیتی روشنی کا بھونچال۔ مہابھارت کی لڑائی۔ چوسر کی جا ہنار بازی سر بھلنے پانڈو کے فریادی۔ گیتا لیکچر۔ درون چاریہ کی سپہداری۔ کرن کا میدان۔ دریودھن کا خاتمہ۔ یدھشٹر کی تخت نشینی۔ ابھیمنیو کے مردہ بچے کا زندہ ہونا۔ سری کرشن کی وفات اوتار کی بحث مسلمانوں میں سری کرشن کا اوتار۔ سری کرشن کو ہندؤں کا اوتار کیوں مانا۔ از جناب لالہ کنور سین صاحب ایم۔ اے پرنسپل کالج لاہور اور مہاتما حضرت علی؟ مصنف کی عکسی تصویریں سری کرشن کی تصویر مع طریقہ رادھاجی کی تصویر۔ سری کرشن ارجن کو اپدیش دیتا ہیں انکی تصویر۔ سری کرشن کنس کو مار رہے ہیں اسکی تصویر قیمت ایک روپیہ

۴۱۳۳۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ رسالہ ہندو مذہب کی معلومات کے نام سے میں نے کئی مہینے ہوئے مرتب کرلیا تھا۔ مگر اسکی اشاعت جولائی ۱۹۲۳ء میں ہوتی ہے۔ میں نے اس رسالہ کی تالیف میں اپنے لائق و فاضل دوست جناب پنڈت امرناتھ صاحب ساحر رئیس دہلی کی کتاب **شرح وشنو پران** سے بھی مدد لی ہے۔ پنڈت صاحب نے یہ کتاب بہت قابلیت سے نہایت عمدہ لکھی ہے اور اسرار تصوف کو خوب بیان کیا ہے اور اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر چھپوایا ہے اور قیمت محض آٹھ آنے گویا مفت ہے۔

دوسری کتاب **مخزن مذاہب** مصنفہ جناب اوجاگر مل صاحب ڈپٹی کلکٹر مجکوملی جسمیں ہندو مذہب کے تمام مذاہب کا مفصل بیان ہے۔ یہ کتاب فخر المطابع میرٹھ کی مطبوعہ ہے میں نے اپنے رسالہ میں اس کتاب سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا ہے۔ اور کچھ اپنی ذاتی معلومات کا حصہ ہے جو ہندو احباب سے وقتاً فوقتاً حاصل ہوئی تھی۔

میں نے یہ کتاب جھگڑے، مناظرہ اور ایک دوسرے پر طعن کرنے کیلئے نہیں لکھی بلکہ اسواسطے لکھی ہے کہ مسلمان قوم ہندو مذہب کے فلسفہ کو جانے اور سمجھے۔ اور ناواقفیت سے جو بدگمانیاں پیدا ہو جاتی ہیں وہ اس کے دل سے دور ہوں۔

میں مسلمان ہوں ممکن ہے کہ مجھ سے اس کتاب میں کچھ غلطیاں بھی ہوئی ہوں یا بعض الفاظ سنسکرت نہ جاننے کے سبب درست ادا نہوئے ہوں۔ اسلیے میں اپنی مجبوری ظاہر کر کے معذرت کرتا ہوں۔

آخر میں اپنے دوست جناب رائے بہادر لالہ پارسداس صاحب آنریری مجسٹریٹ دہلی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی مہربانی اور علم دوستی سے مجھے اس کتاب کے تیار کرنے میں آسانی ہوئی۔

دہلی ۱۱ جون ۱۹۲۳ء — **راقم حسن نظامی** درگاہ حضرت محبوب الٰہی

ہندو مذہب کے خاص الفاظ

اوم - اسم ذات - باعث اور بنیاد و منبع ظہور تمام موجودات - ازل و ابد کا محیط

برہم - اسم ذات - بمعنی اللہ (ایکو برہم دوتیو ناستی وید میں ہے یعنی ایک ہی اللہ ہے دوسرا نہیں ہے۔)

دھرم - مذہب - دین - ایمان - عقیدہ

مت - مذہبی فرقہ - خاص عقائد کا گروہ رائے - عقیدہ - طبیعت

ودیا - علم - علم دین - معلومات ظاہری

ایشور بھگتی - خدا کی محبت - خدا کی اطاعت عشق الٰہی - رضائے الٰہی -

برہما جی - صفت خلق - ذریعہ پیدائش عالم خالق - اسلامی لفظ کن کے ہم معنی طاقت ایجاد - صفت رجوگن

پرم آتما - ذات بحت - ذات مطلق - لفظی معنی روح کل -

بشن جی - صفت باقیہ - باعث بقائے عالم ستوگن کا مقام - حواس دل اور

گوبند - بشن - بھگوان - ان سب الفاظ کا اشارہ ذات بحت و ذات الٰہی کی طرف ہوتا ہے -

مہادیو - دیوتاؤں میں سب سے بزرگ جس کے سہارے زمین و آسمان اور ہر عالم ہنود قائم ہیں - انکی سواری بیل ہے - انکے مندر میں پنڈی (عضو مخصوص) اور ایک بیل کی مورت ہوتی ہے -

پاربتی - مہادیو جی کی بیوی کا نام ہے -

جنارون - خدا کا ایک نام - سری کرشن کے نام کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے -

رجوگن - صفت آفرینش - برہما جی - عالم فضا

ستوگن - صفت قیام - بقا - بشن جی آسمان - باعث - ہست

تموگن - صفت فنا - شیو جی - زمین

رام چندر جی اودھ کے بڑے راجہ جو چودہ سال کے لیئے تارک دنیا ہوگئے تھے اور جن کی بیوی سیتا جی کو لنکا کا بہن

انکی اس سے لڑائی ہوئی اور وہ فتحیاب ہوئے۔ ہندو ان کو خدا کا اوتار یعنی مظہر مانتے ہیں۔ اجودھیا فیض آباد ویران کا پایۂ تخت تھا۔

سیتا جی۔ سری رام چندر کی لائق بیوی۔

لچھمن جی۔ سری رام چندر کے بھائی

ہنومان جی۔ سری رامچندر کے سپہ سالار پہاڑی قوم کے راجہ۔ جنہوں نے راون کے مقابلہ میں رامچندر کی امداد کی تھی۔ ہندو ان کو بندر کی صورت مانتے ہیں۔

سری کرشن جی متھرا کے حکمران خاندان میں سے تھے۔ مہابھارت کی مشہور لڑائی میں انکا بڑا حصہ تھا گیتا انکی کتاب ہے۔ ہندو ان کو اوتار مانتے ہیں متھرا۔ گوکل۔ بندرابن۔ دوارکا میں انھی کے نام پر مندر ہیں موہن کنہیا جی شام۔ مادھو۔ انھی کے نام ہیں۔ ہندوستانی ہندوؤں کی وہ حصہ آبادی بلکہ کچھ زیادہ انکی پیرو ہے۔

ارجن۔ سری کرشن جی کا چیلا۔ مہابھارت کی لڑائی کا مشہور سپہ سالار۔

بسشٹ جی۔ رام چندر جی کے گرو استاد مشہور کتاب یوگ بسشٹ کے مصنف بڑے عارف تھے۔

بھاردواج جی بسشٹ جی کے فرزند ان کا گوتر آجتک ہند میں چلا آتا ہے بھارواج سمرتی انکی تصنیف ہے۔

پراشر جی۔ یہ بھاردواج کے فرزند تھے بشن پوران اور پراشر سمرتی کے مصنف

ویاس جی۔ پراشر جی کے فرزند تھے۔ چاروں وید کے مفسر۔ مہابھارت کے مصنف مشہور عالم ہیں۔

سکھدیو جی۔ ویاس جی کے فرزند تھے۔ شری مدبھاگوت کے مصنف۔ انکے بعد صلبی اولاد کا سلسلہ نہیں رہا۔

گیان۔ علم۔ عرفان۔ فراست

بدھی۔ عقل۔ دانش۔ ذہانت

چیت۔ ذہن۔ ادراک۔ خیال۔

شانتی۔ تسلی۔ تسکین۔ اطمینان اسن

پون۔ ہوا

اچھا۔ خواہش۔ آرزو۔ طلب

پرتھوی - زمین

من - طبیعت - حواس باطنی - ادراک دماغی
جذبات کا حکمراں -

جل - پانی

اگنی - آگ

رس - مزا - ذائقہ

گندھ - بو - خوشبو

تیج - تجلی - رونق

بھگتی - بے وہم ہو کر ذرہ ذرہ میں نور ذات کو
جلوہ گر دیکھنا - رضا جوئی

وہم - اپنی ہستی کو ذات سے جدا ماننا -

ویوسوت - ایک عارف کامل کا نام
ہے موجودہ دنیا کے متعلق جو تاریخی
معلومات کا انتہائی منظر ہے اُس
وقت یہ بزرگ اپنی روشن ضمیری سے
علم ذات کے نیّر درخشاں تھے سری
کرشن جی کے زمانہ سے بیشتر جبکہ
پانچ ہزار سال کا زمانہ گذر چکا ہے
اس بزرگ کو علم ذات کے عارفوں
میں اوّلیت کا فخر حاصل تھا۔ یہ بزرگ
اس زمانہ میں ہوئے ہیں جبکہ طریق
سلطنت کا ہنوز آغاز نہ ہوا تھا۔
اس وقت فضیلت علمی کو مقدم
تسلیم کیا جاتا تھا اور جملہ عارفان
وقت برہم رشی کی منزلت کو نظر
اعتبار سے دیکھتے تھے۔

منو - یہ برہما جی کے فرزند تھے۔ موجودہ دنیا
کے تاریخی علم کی ابتدا اس بزرگ سے
شمار کی جاتی ہے۔ یہ عارف کامل برہم
رشی کی منزلت رکھتے تھے اور اُن کے
زمانہ سے سنہ کا شمار کیا جاتا تھا
جیسا اب راجہ وکرماجیت (بکرماجیت)
سے سمت اور حضرت عیسیٰؑ سے سنہ
عیسوی اور حضرت محمد رسول اللہ سے
سنہ ہجری کا شمار کیا جاتا ہے۔ ان کا
اصلی نام سویم بھو منو تھا۔ انکی رانی
ست روپا نامی تھے جو ان کے جسم
کا نصف جزو تھی۔ اجودھیا جی
کو انہوں نے آباد کیا تھا۔ یہ ویوسوت
سوت جی کے ہمعصر تھے اور ان سے
اپدیش لیا تھا۔

اکشواکو - یہ خاندان سورج بنسی کے

اول راجہ ہوئے ہیں اور انکی یہ فضیلت
تھی کہ باوجود انتظام کے انہوں نے
علم ذات کی تکمیل کو بھی ہاتھ سے جانے
نہ دیا۔ اس لیے راج رشی کہلاتے
تھے۔ راج رشی کی منزلت برہم رشی
کے مقابلہ میں اس زمانہ میں اعلیٰ
اعتبار کی نظر سے دیکھی جاتی تھی
یہ منوجی کے بیٹے تھے۔

اُپدیش - تلقین - وعظ - لکچر - ارشاد
ہدایت۔

پَوَن رُوپ - نفس کی آمد و شد سے انسان
قائم ہے اور حرکت کرتا ہے انسانی
وجود میں سوائے حرکت نفس کے
اور کوئی شے ایسی نہیں ہے جس سے
ذات بحت کی خبر مل سکے جسم جڑ
یعنی بیخبر ہے۔ اور جان چیتن یعنی باخبر
پران میں جسم و جان دونو کے اجزا
شامل ہیں۔ اسلیے پران کو باخبر تسلیم
کیا گیا ہے جو چیز کہ نفس (سانس) کی
کشش کرنے والی ہے وہ چیتن
یعنی باخبر ہے۔ اور نفس بجائے خود
پَوَن یعنی ایک عنصر باد ہے جو بیخبر
ہے۔ پون کے ذریعے سے چیتن
پران کا پتہ لگتا ہے چیتن سروپ
ہے اور جڑ پون اسکا روپ ہے
اسواسطے اس مقام پہ چیتن کو پون
روپ کہا ہے۔

اَتیت - تارک - آزاد - مستغنی - محو ذات
چار مختلف خیالات کا مجموعہ ہے باعتبار
تارک جس نے ماسوی اللہ ترک کیا وہ
اتیت ہے۔ باعتبار آزاد جو فعل
اور اسکے نتائج سے آزاد ہے
باعتبار مستغنی جسم کے عدم وجود
سے جسکو کوئی رنج و راحت نہیں پہنچتی
وہ اتیت ہے۔ محو ذات اپنی ذات
میں مستغرق اور مسرور رہے اور اس
وجہ سے ہر طرح پر اتیت ہے۔

ویراگ - عالم سے بے تعلقی اور نفرت
ترک ماسوا - رہبانیت - تمام جہان
کو وہم کا خیال کرنا۔

مہاتما - عارف - بزرگ - لفظی ترجمہ
روح اعظم - آتما کے معنی روح مہا کے

معنی اعظم۔

جوگ۔ ملنا۔ وصل ہونا۔ علم تصوف درویشی

اندر۔ اندری یعنی حواس کا قادر اور مالک قوت متخیلہ۔ بارش کے دیوتا کو بھی اندر کہتے ہیں۔

آتما روپ۔ یعنی نج روپ اپنا ہی روپ ہے۔ تمام نام اور صفت آتما یعنی ذات ہے۔ گاؤز میں معروف ہے تمام نعمات عالم اس سے مہیا ہوتی ہیں۔ یہاں پر مراد کلام یہ ہے کہ جسم سے دہرو نے نظر اٹھالی تھی اور اندر یعنی مالک و قادر حواس کے ضبط اختیار سے دہرو باہر ہو گیا تھا حواس کا تعلق دل سے ہے دل مرکز ہے چہار قوت ہائے مدرکہ تخیلہ ممیزہ اور حافظہ کا ہے یہ چاروں دیوتا عاجز ہو گئے تھے کہ انکی قید سے بھی دہرو آزاد ہو گیا۔ ضبط حواس دل و قوت خیال کی برکت سے دہرو کا تصور تصدیق کی منزل تک پہنچا۔

راچھس۔ حس محسوسات کا اثر اور دل کے خطرات جو انسان کے تاپ کو متحرک اور بے آرام رکھتے ہیں۔ بدکار اور برے جذبات و خیالات کے لوگوں کو بھی اس نام سے یاد کرتے ہیں۔

دھیان۔ شغل۔ تصور۔ مراقبہ۔ نگاہ

شیر ساگر۔ چھیر یعنی شیر یا دودھ اور ساگر یعنی سمندر یا بحر یعنی بحر شیر جسم میں بحر شیر کونسا مقام ہے جہاں شری بشن جی کا قیام ہے یہ مقام ذات ہے تصوف و ویدانت یعنی سلوک کے ایک مقام کا نام ہے۔

چتر بھوج۔ چار ہاتھ والی صورت یا مورتی شری بشن جی کی چتر بھوج والی مورت عام طور پر بازار میں فروخت ہوتی ہیں ایک ہاتھ میں سنکھ ہے جو پیدا عالم ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ دوسرے ہاتھ میں چکر ہے جو اکال سروپ ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ تیسرے ہاتھ میں گدا ہے۔ جو

طاقت کا مصدر یعنی ایشور روپ
ہونا ظاہر کرتا ہے۔ چوتھے ہاتھ میں
پدم یعنی کنول کا پھول ہے جو ان کو
سرور و آرام و اطمینان کا مرکز ثابت
کرتا ہے یعنی ست چت آنند روپ ظاہر کرتا ہے
گروڑ۔ گروڑ شری وشن جی کا واہن یعنی سواری
ہے یہ سواری چیت یعنی قوت متخیلہ
ہے جو ہر انسان میں موجود ہے۔
گروڑ سانپ کا دشمن ہے سانپ
سنشے یعنی واہمات باطلہ ہیں انکا
رفع کرنیوالا چیت ہے۔ یہ مثالی مورت ہے
وچار۔ غور۔ فکر۔ دیوی سرسوتی۔ طاقت
علم و گویائی
اٹل پدوی۔ دہرو کا مقام قطب اعظم۔
مگن۔ خورسند و مطمئن۔
درشن۔ دیدار۔ زیارت
پرم ہنس۔ عارف باللہ سنت۔ بری
از ہمہ صفات۔ واصل ذات۔
ولی۔ درویش
کلپنا۔ وہم۔ اواگون۔ آمد و رفت
پیدائش اور موت۔ تناسخ۔

لکھ چوراسی۔ چوراسی لاکھ قالب جو اہل
ہنود کے عقیدہ کے مطابق چرخ قدرت
میں گھڑے ہوئے ہیں (دیکھو نقشہ
تقسیم اجزائے عالم)
روپ۔ صورت۔ حسن۔ جلوہ۔
ابھمان۔ پندار۔ غرور۔
جڈہ بھرت۔ نام درویش ولی۔
ویاکرن۔ قواعد زبان سنسکرت۔
استھان۔ مقام۔
وامدیو۔ نام درویش ولی
ڈنڈ۔ سونٹا۔
کمنڈل۔ کشکول گدائی۔
اودھوت دتاتریہ۔ نام درویش
سنیاسی۔ وہ ہے جو گرہن و تیاگ یعنی
اخذ و ترک سے آزاد ہیں۔
اوداسی۔ وہ ہے جو پرس و پرکرت
یعنی ذات و صفات کی قیود سے
آزاد ہے۔
برہمچاری۔ وہ ہے جو جیو و برہم یعنی
ذات مقید و ذات مطلق کے وہم
سے آزاد ہے۔ طالب علم الٰہی۔

نقشہ تقسیم اجزائے عالم

پرش

ستوگن | رجوگن | تموگن

پرکرت ۲۴

کارن	انبھو	چیتن	اچھا	کامنا	تیج	شانتی	استھتی	دسشٹ ۷
سوکشم	گیان	چت	شبد	سپرش	روپ	رس	گندھ	ہرنیہ گربھ ۷
استھول	بدھی	من	اکاس	پون	اگنی	جل	پرتھوی	پرجاپت ۷ ۲۵

تین گن اور سات پرکرت تینوں کو باہم ضرب دینے سے اکیس کا عدد پیدا ہوتا ہے چونکہ مخلوقات عالم چار قسم کے ہیں جیرج جسمیں انسان اور چارپایہ شامل ہیں۔ انڈج یعنی وہ جاندار جو انڈے سے پیدا ہوئے ہیں مثل جوں وغیرہ اور سویج یعنی حشرات الارض ۲۱ کو ۴ میں ضرب دیکر چوراسی کا عدد بنایا گیا ہے۔ اس زمانہ میں رواج تھا کہ چیتن یعنی متحرک کو عدد، اور جڑ یعنی غیر متحرک کو صفر سے تعبیر کیا کرتے تھے اور پانچ عنصر جڑ مانے گئے تھے۔ لہذا پانچ صفر کو چوراسی کے عدد پر بڑھانے سے چوراسی لاکھ کا عدد پیدا ہوا۔

بیراگی۔ وہ ہے جو راگ اور دویش سے

اتیت ہے یعنی جسمیں وصل وفصل کی غیریت نہیں ہے۔

الکھ نروان۔ حالت کیف۔

مہرہ چنتامن۔ گوہر گرانمایہ۔

ادھی بھوتک۔ صفات جسم۔ شے مادی۔ جڑھ

ادھی دیوک۔ ذات۔ جان۔ غیر مادی۔ چیتن۔

ادھی آتمہ۔ شاہد جسم وجان۔

ست چدانند۔ عین حق عین علم عین سرور

چار آشرم یا اوستھا۔ برہم چرج گرہست بان پرست۔ سنیاس۔

ہندوؤں میں انسانی عمر کی تقسیم چار زمانوں میں ہے۔ اول تعلیم۔ دوم خانہ داری

سوئم سیاحت و مشاہدات عالم چہارم ترک دنیا

ہندو مذہب کے چھ فلسفے اول

نیائے جسکی بنیاد گوتم رشی نے قائم کی اصول یہ ہیں کہ (جہان کا خالق) جگت کا کرتا ایشور ہے۔ پرمانو (مادہ) سے جگت بنا ہے (ارواح) جیو بے انتہا ہیں اور ایشور پرمانو۔ اور جیو تینوں اناوی (ازلی) ہیں بالفاظ دیگر صانع عالم نے ذرات سے کون و مکان کو بنایا اور ہزار ہا قسم کے جاندار پیدا کیے۔ مگر خالق و مخلوق اور ذرہ ہر سہ قدیم ہیں۔

دوم پورو میمانسا جس کی بنا جیمنی رشی نے ڈالی جس کے اصول یہ ہیں۔ **کرم مکھ** یعنی کرم ہی سے ایشور (قادر) ہوا ہے۔ کرم ہی سے جگت (عالم) پیدا ہوا اور کرم ہی سے جیو (صاحب جان) بنا۔ جیسا کرتا ہے ویسا ہوتا ہے۔ بغیر کرم کیے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

سوم ویشیشک - یہ عقیدہ کناد رشی کا تھا۔ جنھوں نے کرم کو تابع کال کے بتایا ہے یعنی حرکت کو حدوث اور سکون کو قدم ثابت کرکے دکھایا ہے:۔ اصول یہ ہیں کہ ایشور (خدا) اور جیو (روح) اور جگت (جہان) کرم کے مظہر ہیں کال چکر کے پھرنے سے ان کا ظہور ہوتا ہے اور بغیر کال کے ان کا کوئی وجود قائم نہیں ہوتا۔

چہارم یوگ - جو پاتنجل منی کی ایجاد ہے وہ کہتے ہیں کہ جوگ کے سوا کوئی امر ثابت نہیں ہے۔ یوگ کے معنی ہیں وصال جس سے عالم کی پیدائش اور قیام ہے۔

پنجم سانکھ - جس کے مصنف کپل مہامنی ہیں اور جنہوں نے دچار یعنی غور اور فکر کو مقدم تسلیم کیا ہے۔ انکا اصول یہ ہے کہ غوص و فکر سے وصل اور فصل کی تمیز ہوتی ہے اور اسی سے جملہ اشیاء کی ماہیت معلوم ہوتی ہے۔ غوص و فکر چشم بصیرت ہے جس سے عالم کی حقیقت آشکارا ہوتی ہے ان کی عدم موجودگی سے دیدہ کور ہے جس سے کل عالم تاریک نظر آتا ہے۔

ششم اوتر میمانسا - شاستر یعنی ویدانت ہے

یہ اصول شری وید ویاس مہرشی جی کے علم باطنی کا نتیجہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ غور و فکر بلا تحریک نہیں ہو سکتا چتین یعنی علم محرک ہے وہ خیال کو تحریک دیتا ہے اور جملہ موجودات کا شاہد ہے۔ چونکہ سب کا قیام اسکی ذات سے ہے اسلیے اس شاہد کو واحد ماننا عین علم ہے۔ ویدانت دو لفظوں سے مرکب ہے وید اور انت۔ وید کے معنی ہیں جاننا اور انت کے معنی خاتمہ۔ پس جس منزل میں کہ جاننے کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور مزید جاننے کی خواہش نہیں رہتی وہ منزل ویدانت کی ہے یعنی جب من اور بدھی یعنی دل اور عقل ساکن ہو جاتے ہیں اور ان میں حرکت باقی نہیں رہتی۔ تب علم معرفت حاصل ہو جاتا ہے۔ ویدانت کے معنی تضفیہ و قضایا نہیں ہیں کہ جب دل اور عقل کو سکون ہو جاتا ہے حرف و صوت گم ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ

اول نیائے شاستر نے حواس کی شہادت کو صحیح مان کر جسم و جان کے اصول پر اجزائے عالم کی تقسیم کی ہے۔

دوم پورو میمانسا نے دل کی شہادت کو واقعی مان کر شہود و غیوب کے اصول پر عالم کی حقیقت کو آشکارا کیا ہے۔

سوم ویشیشک شاستر نے پندار خودی کو درست مان کر حرکت و قیام کے اصول پر عالم کی ہستی کا انکشاف کیا ہے۔

چہارم یوگ شاستر نے قوت خیال کو بجا تصور کر کے فصل و وصل کے اصول کو ذریعۂ نجات بتایا ہے۔

پنجم سانکھیہ شاستر نے عقل کی شہادت درست مان کر حق و باطل کی تمیز کو شاہ راہ حقیقت دکھایا ہے۔

ششم ویدانت شاستر نے علم اشراق کی شہادت کو حق تسلیم کر کے وحدت واجب الوجود ثابت کی ہے۔

ہندو مذہب کی کتابیں ان کے مصنف اور ان کا مضمون

ہندوؤں کے ہاں قدیمی اور سب سے پہلی کتاب وید مانی جاتی ہے وید چار ہیں

رگ[1] وید سنگھتا۔ یجر[2] وید سنگھتا
سام[3] وید سنگھتا۔ اتھر[4] وید سنگھتا ان کے
بعد اور کئی کتابیں ویدوں کی تفسیر میں لکھی
گئی ہیں مثلاً آپستریا اور کاشنکی وغیرہ
اسکے بعد دو سو پچاس کتابیں اور تصنیف
ہوئیں منجملہ ان کے ۱۸ پوران ہیں۔

نام پوران تعداد اشلوک

نام پوران	تعداد اشلوک
برہم	دس ہزار
پادیم	پچپن ہزار
وشنو	تئیس ہزار
شیو	چوبیس ہزار
بھاگوت	اٹھارہ ہزار
ناردیم	پچیس ہزار
مارکنڈے	نو ہزار
اگنی	چالیس ہزار
بھوشیم	۱۴ ہزار
برہم ورتکم	۱۸ ہزار
لنگ	گیارہ ہزار
باراہ	چوبیس ہزار
سکانندم	اکیانوے ہزار
بامن	دس ہزار
کورم	سترہ ہزار
ماتش	چوبیس ہزار
گارڑ	انتیس ہزار
برہمانند	بارہ ہزار

ان کے علاوہ اوپنشد ہیں اور وہ یہ ہیں
سام وید کے متعلق ۱۶۔ اوپنشد ہیں
ابکیتم[1]۔ ارونی[2]۔ کنڈرکیا[3]۔ کینن[4]۔ چھپا نزلوگ[5]۔
جاوال[6] ورشن۔ جاوالی[7]۔ بھشت[8]۔ میترایینی[9]
میتیری[10]۔ لوگ[11] چوڑامنی۔ رودر[12]اکش
بجرسوچک[13]۔ باسدیو[14]۔ سنیاس[15]۔ ساوتری[16]
شکل یجروید کے متعلق ۱۹۔ اوپنشد
ہیں وہ یہ ہیں۔
اتیت[1] ادھیاتم۔ ایشاواسم[2]۔ جاوالم[3]
تارسار[4]۔ توریشی[5]۔ ترشکی[6]۔ ترالمب[7]۔ پرم ہنس[8]
پنگل[9]۔ براہمن منڈل[10]۔ براہمن[11] ودیے تارک
بھکشو[12]۔ منتریکا[13]۔ مکتکا[14]۔ یاگ[15]۔ اک
سہدار[16]تاسا۔ شانتشامنی[17]۔ ستیاپال[18]۔ ہنس[19]
کرشن یجروید کے متعلق بتیس اوپ
نشد ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

اکشی - امرت ناد - امرت بند -
ادوہوتا - ایک اکشر - کہٹ رودر
کہٹ وتی - کلی شترن - کال اگن رودر
کیول - کشورکا - گربھ - تیجو بند - تیتری
دکشن مورتی - دھیان بند - نارائن
پنچ برہم - پران اگنی ہوتر - برہم - برہم ودیا
یوگ کنڈلنی - یوگ تتو - یوگ شکھا - باراہ
شاریرک - سوک رس - شوتیا سوترہ -
سرب سار - سکند - سرستی رہس - ہیروہ

رگ وید کے متعلق دس اوپ نشد ہیں - وہ یہ ہیں:-
اکش مالکا - اتم پربودھ - ایتری
کوشت کی - تری پورا - ناد بند - نربان
مودگلا - بھورچہ - سوبھاگ

اتھرو وید کے متعلق ۳۱ اوپ نشد ہیں وہ حسب ذیل ہیں:-
گنپت - کرشن - اتھرو شر - اتھر
شکھا - گاوڑ - گوپال تاپنم - جاوال - تری
پورا - تپنٹ - دتاترے - دیوی - نارد پری
براجک - نرسنگھ تاپنی - پربرہم - مہانارائن
مہاواک - منڈوک - پری براجکا - پورنا -
پرم ہنس - پاشوپت - پرشن - مونڈک -
رام تاپنی - رام رہس - برہت جابال - شربھ
ساندل - سیتا - سوریہ آتم - ہیگریو

ہندو فرقوں کی تقسیم

سب سے پہلے وید مذہب کا حال لکھا جاتا ہے - اس مذہب میں دو فریق ہیں - ایک ویدانتی کہلاتے ہیں - دوسرے پورانک یعنی پرانوں کے احکام کے پابند ویدانتیوں میں بھی دو فریق ہیں - ایک دویت بادی جو کہتے ہیں کہ مایا سے پرم ایشر نے جگت کو بنایا ہے - دوسرے ادویت بادی جو کہتے ہیں کہ پرم ایشر خود جگت روپ ہو گیا ہے - اس بات کا کچھ صحیح پتہ نہیں چلتا کہ وید اور پوران کس زمانہ میں تحریر ہوئے - کیونکہ سانکھ سوتروں میں دو جگہ ویاس کا حوالہ ہے - ۱ - ۵ - ۶ - ۵ - ۳ - ۱ اور وہ ویدانت سوتر کا تردید کرتا ہے [illegible] سانکھ کے پاک کو تسلیم کرتا ہے ویاس کا سوتر تیار اور سانکھ دونوں -

سوتروں کو قبول کرتا ہے۔ نیا رسوتر
ویدانت وسانکھ کی تردید کرتا ہے میمانسا
ان سب کی اور مہر نیز ندھا کی قدامت
کو قبول کرتا ہے۔ میمانسا یا وری کا
بھی حوالہ دیا ہے۔ ویدانت پانچوں مذکورہ
بالا کے اصول کی تردید کرتا ہے اسلیے
ہم نہیں کہہ سکتے کہ کون پہلے ہوا اور کون
پیچھے دو دیکھو شرح پاتنجل بابو
راج اندر لال متر کسی پستک میں
اس کی تصنیف کے سنہ سال نہیں
ملتے۔ سنسکرت کی جس مذہبی کتاب کو
دیکھیے سب میں یہی لکھا ملیگا کہ ارجن نے
پوچھا بھگوان نے کہا یا فلاں شخص نے
پوچھا نارو نے یا مہادیو نے یا فلاں نے
جواب دیا۔ لہذا وید اور پوران کی صحیح
تاریخ لکھنی مشکل ہے۔ انگریزی کتاب
موسومہ ریلیجن آف انڈیا کے باب ۳ صفحہ ۲
۶۶ و ۶۷ میں لکھا ہے کہ تین وید پرانے
ہیں۔ اتھروید تاریخی [illegible] ہے۔ سب سے
پچھلی کتابیں متعلق وید جو وید کے بعد
تصنیف ہوئیں تعداد میں ۲۵۰ ہیں اور

یہ سب گوتم بدھ کے عہد کے بعد تیار
ہوئی ہیں جن میں وید کی دو تفریقیں
کی گئی ہیں۔ ایک کرم کانڈ۔ دوسرا گیان
کانڈ، اس سے ظاہر ہے کہ علاوہ تین
وید کے اور جس قدر تصنیفات ہیں
سب دو ہزار چار سو یا دو ہزار پانسو
برس کے عرصہ کی ہیں۔

ان سب ویدوں اور پورانوں
کو بیاس جی اور ان کے چیلوں کی
نسبت منسوب کیا جاتا ہے کہ انھوں
نے لکھے اور ترتیب دیئے ہیں۔

یہ بیاس مہارشی تھے۔ مہابھارت
انہی کی تصنیفات سے ہے۔ ان کے
باپ کا نام پراسر اور ماں کا نام ست
وتی تھا۔ بیاس جی پیدا ہوتے ہی
جنگل کو چلے گئے اور وہاں مذہب
کی تعلیم پاتے رہے۔ ان کا اصل نام
کرشن دویپائن تھا لیکن وید
کے جمع کرنے اور مہابھارت کے
تحریر کرنے میں انھوں نے شہرت
حاصل کی۔ تب سے یہ وید بیاس کہے

نام سے مشہور ہو گئے ہیں۔

ویدوں میں زیادہ تر دیوتاؤں کی پوجا پاٹ اور بھجن کا بیان ہے جس کا نتیجہ سُرگ (جنت کا) ملنا لکھا ہے۔ برہم کا مختصر بیان ہے۔ لیکن بعد میں جو اوپ نشد تصنیف ہوئے ہیں ان میں برہم اور کرم وغیرہ کی مدلل اور مفصل بحث کی گئی ہے۔ یہ صحیح پتہ نہیں چلتا کہ ان کا مصنف کون شخص گذرا ہے اور اسکے کیا حالات تھے۔

وید۔ اوپ نشد۔ پران۔ نیائے۔ سانکھ، ویشیشکا، چارباک ایسے طول طویل ہیں کہ اگر بہت مختصر خلاصہ بھی ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ بیان کیا جائے تو ایک بڑی ضخامت کی کتاب ہو جائے۔ لہذا ہم نے ہر ایک موقع بمناسب پر ہر ایک کا جداگانہ اعتقاد نسبت خالق و مخلوق و موت و حیات وغیرہ اور مسئلہ ذیل میں لکھ دیا ہے۔ جس قدر شاخیں وید مت کی ہیں ان سب کی جڑ یہی شاستر ہیں۔ منجملہ بہت سی شاخوں کے ایک رامانجی ہیں۔ جو رامانج کے پیرو کار رچکرانت کہلاتے ہیں۔ سنہ عیسوی کی بارہویں صدی میں یہ رامانج مدراس کے نواح میں ہوا ہے اس نے ایک نیا طریقہ جاری کیا۔ اس شخص کا مصنفہ ویدانت سار تتو سار ۱۸۷۵ء میں کلکتہ میں طبع ہوا ہے۔ اسکے پیرو کار رامچندر جی کی پوجا کرتے ہیں۔ سنکھ چکر کا داغ اپنے جسم پر دیتے ہیں۔ ان کا تلک ماتھے پر ایک خاص نمونہ کا ہوتا ہے۔ اس نے خلاف ادویت برہم شنکر اچارج کے دلیل کی ہے اور ہر ایک روح کو علیحدہ اور محدود مانا ہے اور مایا کی تردید کی ہے رامانج کو رام بھگت کہتے ہیں اور اوتار مانتے ہیں۔

چودھویں صدی عیسوی میں ایک شخص رامانند پیدا ہوا۔ اور اودہ بنارس میں اپنا مت جاری کیا۔ رامانندی نام سے مشہور ہے۔ اس کے اور بھی فرقے ہیں جو رامانج سے اختلاف کرتے ہیں جو وشنو کو مانتا ہے۔ اس کے پیرو کار شمالی ہند میں بہت ہیں۔ تلسی داس گوسائیں

جس نے رامائن ہندی تصنیف کی اسی فرقہ سے تھا۔ یہ تلسی داس سنہ ۱۵۳۲ء میں پیدا ہوا اسوقت جہانگیر کی سلطنت دہلی میں تھی۔ اس کے باپ کا نام آتما رام تھا۔ اس کے بچپن کا نام تلسی رام تھا۔ راج پور میں جو ضلع باندہ میں ہے پیدا ہوا تھا۔ اس کی وفات سنہ ۱۶۲۳ء مطابق سمت ۱۶۸۰ ساون سدی ستمی کو ہوئی۔ رامانند کا قول ہے کہ مایا، جیو، پرمیشر، تین چیز ازلی ہیں۔ سوامی دیانند جی بانی آریہ سماج نے بھی اسکی تقلید کی ہے۔

اسی زمانہ میں ایک شخص دکھن میں بمقام کلیانا مسمی بہ آنند تیرتھ میں پیدا ہوا۔ یہ مقام مالابار علاقہ مدراس میں واقع ہے۔ اس نے اپنی نئی تعلیم لوگوں کو دی۔

ایک پنتھ کبیر کا ہے۔ یہ کبیر بنارس میں قوم کا جولاہہ تھا۔ یہ مسلمانوں کے مذہب کی طرف مائل تھا۔ وحدانیت کا قائل تھا۔ اس کے نزدیک ذات کی تمیز فضول تھی۔ مورتی پوجن کو برا کہتا تھا۔ اس کے نام سے بہت سی تصنیفات پد بھجن وغیرہ کی قسم سے ہیں۔ جو اکثر پیرو کاران پنتھ کبیر گایا کرتے ہیں۔

ایک داؤد پنتھی ہیں۔ یہ داؤد قوم کا دھوبی تھا۔ اسکا پنتھ اجمیر و جے پور میں بہت ہے۔ کوئی خاص بات اس کے پنتھ میں قابل ذکر نہیں۔

ایک مایالال والے ہیں۔ یہ شخص مالوہ کا رہنے والا قوم کا راجپوت تھا۔ اسکے پیرو کار دارا شکوہ برادر شاہ اورنگ زیب کو سادھو مانتے ہیں۔

ایک پران ناتھی ہیں جو پران ناتھ کے پیرو کار ہیں۔ یہ پران ناتھ قوم کا کھتری ہے۔ بندھیل کھنڈ کا رہنے والا تھا۔ ہندو مسلمان دونوں مذہب کو مانتا تھا۔ (تفصیل میری کتاب فاطمی دعوت الاسلام میں ہے)

ایک مادھوا چاریہ۔ اس کا اصلی نام باسدیوا چاری تھا جب سے وہ سنیاسی ہوا تب سے اسکا نام مادھوا چاریہ ہوگیا۔ اسکو آنند تیرتھ بھی کہتے ہیں اور پورن پرگیا یعنی کامل گیانی بھی نامزد کرتے ہیں۔ یہ قوم کا برہمن تھا۔ اسکے باپ کا نام

مدھیاک بھٹ تھا سنہ ۱۱۱۹ء میں اس کی
پیدائش ہے۔ مادھواچاریہ کے
پیرو کار بیان کرتے ہیں کہ یہ بایو کا اوتار
ہے۔ سری رام چندر جی کے عہد میں
ہنومان بایو کا اوتار ہوا۔ اور کلجگ میں
وشنو کی اجازت سے بایو نے مادھواچاریہ
کے روپ میں اپنا اوتار دھارن کیا۔
اس کا اعتقاد ہے کہ وشنو بھگوان
(خدا تعالیٰ) ہی قائم و دائم ہے۔ مادہ اور
روح کا اس کے حکم سے ظہور ہوتا ہے۔
جیو (روح) اور مادہ سے ملکر عمل ہوتا ہے
اور بھگتی سے روح کو نجات ملتی ہے۔ اور
یہ سلسلہ دوامی ہے۔ جب دنیا کا
ظہور ہوتا ہے۔ وہ برہم کا دن کہلاتا ہے
اور جب قیامت ہوتی ہے تب برہم
کی رات کہی جاتی ہے۔ برہم کی استری
(بیوی) لچھمی پرکرتی (مادہ) کو طاقت بخشتی
ہے۔ اور جب جیو (روح) اور پرکرتی
(مادہ) مل جاتے ہیں تب اس میں
تین گن (صفات) پیدا ہو جاتے ہیں
رجو گن ستو گن تمو گن۔ جیو (روح)
تین قسم کے ہیں۔ ایک مکت جوگ جو دائم
واصل ذات ہیں۔ دوسرے تم جوگ جو
ہمیشہ جہنم میں رہیں گے تیسرے سنساری
جو ہمیشہ دنیا میں رہیں گے۔

ایک مت پنڈت شیونرائن

کا ہے۔ جو غازی پور کا راجپوت تھا
یہ کسی گورو کو نہیں مانتا تھا اور تصوف
کا قائل تھا۔

ایک سوامی نارائن گجرات میں
ہوا ہے اسکا پنتھ بھی علیحدہ ہے۔ یہ مورتی
پوجن کے خلاف تھا اور خاص کر ولبھ
چاری گوسائیں کے بالکل خلاف تھا۔
ایک نانک پنتھی ہیں۔ یہ پنتھ کبیر
سے ملتا ہے۔ بابا نانک سنہ ۱۹۶۹ء میں
پنجاب میں پیدا ہوئے۔ یہ ذات کے
کھتری تھے۔ نانک صاحب کا گرنتھ صاحب
مشہور ہے۔ نانک پنتھی چیلے سر پر بال
رکھتے ہیں جسکو کیس کہتے ہیں۔ گردن سے
اوپر استرے سے بال نہیں منڈواتے
اکثر نیلا لباس پہنتے ہیں۔ ان میں ذات
کی تمیز نہیں ہے۔ ایک ننگتی ہیں مختلف

ذات کے لوگ کھا لیتے ہیں۔ ان کے آپس میں سلام کا طریقہ واہ گرو کی فتح ہے ان میں اکالی بھی کہلاتے ہیں ان میں ایک اودا سی ہیں جو گرو گوبند سنگھ کے گرنتھ کو نہیں مانتے۔ ان میں ستھرے اور نرملی سادھو بھی ہوتے ہیں۔ ستھرے ڈنڈے بجا کر بھیک مانگتے ہیں اور کالی دیوی کا اپاسک بیان کرتے ہیں۔ مختلف ذات کے ہندو نانک پنتھی ہیں۔

سری شنکر اچارج جو ویدکا نامی مفسر گذرا ہے۔ اسکی پیدائش وغیرہ کے باب میں بہت اختلاف ہے۔ مگر آخری نتیجہ جو صحیح پایا گیا وہ مختصراً یہ ہے کہ راجہ بکرماجیت کے وقت میں یہ آچارج موجود تھا۔ یہ شنکر اچارج مقام کالالی علاقہ مدراس ملابار میں پیدا ہوا تھا۔ آٹھ برس کی عمر میں برائے نام سنیاسی ہو گیا۔ نربدا ندی کے گوبند جوگی کو جو سکھدیو بھٹ کے نام سے مشہور تھا اور راجہ بکرماجیت کا باپ تھا اپنا گورو بنایا۔ اور پورا سنیاسی ہو گیا۔ ۳۲ برس کی عمر میں بعض کہتے ہیں ۴۰ برس کی عمر میں مر گیا۔ اس شخص نے گوتم بدھ کے مذہب کے خلاف ہندوستان میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اور ہندوؤں نے بدھوں کو ہندوستان سے نکالدیا۔ مگر ایک مورخ کا بیان ہے کہ اس نے کبھی بدھوں سے جھگڑا نہیں کیا بلکہ اس اچارج کی تحریرات سے پایا جاتا ہے کہ وہ بدھ مت سے کچھ تعلق نہیں رکھتا تھا (دیکھو رسالہ تھیا سوفسٹ ادیار نومبر ۱۸۸۹ء جنوری ۱۸۹۰ء) مغربی محقق جنہوں نے مشرقی ملک کے حالات دریافت کیے۔ خیال کرتے ہیں کہ جوگ سوترا اور بھاش لکھنے والا پاتنجل مقام گونرا میں جو خطہ کشمیر میں واقع ہے پیدا ہوا۔ اسکی ماں کا نام گونیکا تھا مغربی محقق اسکی ترقی کا زمانہ ۳۴۳ سال قبل پیدائش حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور بعد نروان گوتم بدھ کے تبلاتے ہیں کیونکہ یہ لوگ سوترا پاتنجل ہی

زیادہ تر بدھ کی فلاسفی ہے مگر اور لوگ
دس صدی پہلے حضرت عیسٰی کے پاتنجل
کی موجودگی ظاہر کرتے ہیں۔ اور کچھ حالات
زندگی پاتنجل کے صحیح دریافت نہیں ہوسکے
(رسالہ بھیا سوفسٹ اوبار ستمبر ۱۹۱۹ء)
مگر یہ روایت واقعات تاریخ کے بالکل
خلاف ہے۔

ایک آریہ سماجی ہیں۔ یہ آریہ سماج
سوامی دیانند سرستی نے ابھی حال میں
شروع کیا ہے۔ سوامی دیانند سرستی
گجرات کے رہنے والے سنیاسی تھے
اجمیر میں ان کا انتقال ہوا۔ انکی تصنیف
ستیارتھ پرکاش ۱۸۸۲ء میں الہ آباد
میں طبع ہوئی۔ یہ سوامی پوران اور
مورتی پوجن کے خلاف تھے۔ ان کے
نزدیک محض برہمن کے گھر میں پیدا
ہوجانے سے کوئی برہمن نہیں ہوجاتا۔
خدا۔ روح کو مادہ اور ازلی کہتے تھے
انھوں نے پورے ہندو مذہب کے خلاف
اپنا مذہب جاری کیا ہے۔

جن فرقوں کی تفصیل اوپر لکھی گئی
ہے ان کے علاوہ بہت سے فرقے
ویدمت کے فقیروں کے ہیں جن کے
مختصر حالات ذیل میں لکھے جاتے ہیں
منجملہ ان کے ایک پانچ دیو کے پوجنے والے
ہیں۔ ایک لچھمی سمپروائے والے ہیں
دوسرے رودر سمپروائے والے
تیسرے سنکادی سمپروائے والے
چوتھے برہم سمپروائے والے۔ پانچویں
مرجادا سمپروائے والے منجملہ پانچ
مرقومہ بالا کے ایک سری وشنو ہیں۔ انکے
چار حصے ہیں۔ دیوانند۔ رامانند۔
ہرنانند۔ رائے وانند۔ سری وشنو
رامانند کے چیلے اودھوت مارگی کی بارہ[12]
قسمیں ہیں۔ اننتانند[1]۔ کبیر[2] جولاہہ۔ ریداس[3]
چمار۔ پیپا[4] راجپوت۔ سرسرانند[5]۔ سکھانند[6]
بھاوانند[7]۔ دھنا[8] جاٹ۔ سیتا[9] ناؤ۔ ہرنانند[10]
پرمانند[11]۔ سری انند[12]۔

ان بارہ میں سے اننتانند کے
چیلے تین ہوئے۔ کرشن داس۔ اگرداس
کپیل بابا۔ کپیل بابا کے چیلے ملوک داس
اور ملوک داس کے چیلے بھگت رام

جیون داس۔ گوبردھن داس۔ گومتی داس ہوئے ہیں۔ یہ سب چیلے صرف وہ ہیں جنھوں نے کچھ کچھ نئی ایجاد کر کے اپنے عقیدے اور نشان کا سکہ علیحدہ بٹھایا ہے۔ چنانچہ سری انند کے چیلے بیراگی جٹا دھاری ہوتے ہیں۔ ایسے ہی سب میں ایک دوسرے سے کچھ تمیز رکھی گئی ہے

پنج دیوا پاسک کے جورو در سمپردائے والے ہیں ان کی تقسیم یہ ہے۔ پہلے وشنو سوامی آچارج ہوئے۔ ان کا چیلا بلبھ چارج تھا۔ اس کی اولاد میں بٹھل داس۔ برہم بھگت سری گردھرائی۔ گوبندرائے بالکشن۔ گوکل ناتھ۔ رگوناتھ۔ جدوناتھ گھنشام۔ آٹھ شخص ہوئے ہیں۔ ان میں سے صرف گوکل ناتھ گدی نشین ہوئے جن کے چیلے کھتری۔ سورتھ۔ گجراتی بنیے سیٹھ۔ گجراتی بنیے۔ اکثر شودر۔ اکثر برہمن ہیں۔ یہ لوگ آپس میں جے سری کرشن یا جے گوپال بولتے ہیں۔ اب باقی رہے تین۔ ان میں سے برہم سمپردائے والے

ادھوانندی دکن میں ہیں۔ اور سنکادی سمپردائے والے گوکل کے گوسائیں ہیں اور مرجاد اسمپردائے والے ترڈنڈی روپ دکھنی برہمن ہیں۔ ان کے علاوہ راد ہابلبھی ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں چنداس رادہابلبھی۔ سکھی بہادر رادہا بلبھی۔ یہ زنانہ لباس رکھتے ہیں۔ سنیاسی فقیروں میں سرسولی۔ پوری بھارتی۔ تین قسمیں ہیں۔ پوری اور بھارتی کے پانچ چیلے ہوئے۔ سموہ لنگی۔ سموہ گوڈر۔ سموہ اوگھڑ سوگھڑ۔ سموہ اودھ باہو۔ پرم ہنس۔ ان پانچوں نے ساتھ پنتھ چلائے ایک بیراگیوں کا پنتھ۔ دوسرا جگلیوں کا پنتھ۔ تیسرا گورکھنا کھی کن پھٹوں کا پنتھ۔ چوتھا شبلیوں کا پنتھ۔ پانچواں بام مارگیوں کا پنتھ۔ چھٹا کانچلیوں کا پنتھ ساتواں اگھوریوں کا پنتھ۔ ایک گروہ فقیروں کا کان پتی ہے۔ ان کے تو گروہ بنگئے ہیں۔ اوداسی۔ گنج بخشی۔ رام رہی۔ ستھرے شاہی۔ گوبند سنگھی نرملی۔ ناگا۔ داو دپنتھی۔ پران

ناکھتی۔

ان جمیع گروہ فقیروں کے علاوہ اور بہت سے فرقے ہیں۔ جو سنیاسی کہلاتے ہیں اور پھرتے رہتے ہیں۔ انہیں سے بعضے اور کچھ کام نہیں کرتے۔ صرف اپنے ہاتھوں کو چیر چیر ڈالا کرتے ہیں بعضے اگھوری ہوتے ہیں۔ بعضوں کا کوئی گورمنتر نہیں ہوتا۔ بعضے مختلف لباس میں پھرتے رہتے ہیں۔ بعضے صرف مچھلی اور گوشت کھاتے ہیں۔ بعضے آزاد ہیں۔ اپنے فرائض کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ بعضے شراب یا اور نشہ کی چیز سے پرہیز کرتے ہیں۔ بعض صرف ایک یا تین یا پانچ یا سات فرقوں سے بھیک مانگتے ہیں۔ بعض فرقے میوہ جات ہی کھاتے ہیں یا گوشا گھاس یا پتے یا گئو کا دودھ یا گیہوں کی کھیر یا دہی یا مکھن یا شیرہ کھانا ہی ثواب سمجھتے ہیں۔ بعضے گاڑی بان طوطے اُڑانے والوں بلکاروں کے جسم کو چھو کر اسکا کھڑک بناتے ہیں۔ بعضے دیہات یا جنگلوں میں اپنی خواہش کے واسطے بستے ہیں۔ بعض گائے۔ ہرن گھوڑا سور بندر۔ ہاتھی کی پوجا کرتے ہیں بعض اپنی بزرگی کیلئے ایک جگہ دوزانو بیٹھ کر مراقبہ کرتے ہیں۔ بعض رات دن میں صرف ایک مرتبہ کھاتے ہیں۔ بعض ایک دن درمیان دیکر۔ بعض چار یا پانچ چھ دن بعض پندرہ دن میں ایک دفعہ کھاتے ہیں۔ بعض اُلو یا گدھ کے پروں کو پہنتے ہیں۔ بعض تختے، چارپائی یا چٹائی پر بیٹھتے ہیں یا گوشا گھاس یا اونٹ کے بال یا بکری کی اون کا کمبل اوڑھتے ہیں یا چمڑہ پہنتے ہیں۔ بعض ننگے رہتے ہیں۔ بعض لمبے بال لمبے ناخن لمبی ڈاڑھی یا لمبے بال رکھتے ہیں۔ بعضے صرف تل چاول کی خوراک پر گذارہ کرتے ہیں۔ بعض اپنے جسم میں راکھ ملتے ہیں۔ بعضے اپنے جسم اور ہاتھوں میں منجھا گھاس۔ بال۔ ناخن۔ چیتھڑے کیچڑ یا ناریل کے چھلکے یا بھیک مانگنے کا برتن لیے پھرتے ہیں۔ بعض گرم پانی پیتے ہیں۔ یا چاولوں کی پیچ یا چشمہ کا پانی یا وہ پانی جو مٹی کے برتنوں میں

رکھا جاوے پیتے ہیں۔ بعضے کوئی دہات
یا کوئی سمٹنے والی چیز یا تین پایہ کی لکڑی
یا کھوپڑی یا تلوار رکھتے ہیں اور اپنی
پاکی پر مغرور رہتے ہیں۔ بعض دہوئیں
اور آگ کے پاس رہتے ہیں یا آفتاب
کی طرف دیکھتے ہیں۔ یا آگ کے سامنے
تپتے ہیں۔ یا ایک پیر پر کھڑے رہتے
ہیں۔ یا ایک ہاتھ کو اوپر اٹھائے رکھتے
ہیں۔ یا گھٹنوں پر جھکے رہتے ہیں انہیں
سب باتوں میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔
بعض دہکتی ہوئی آگ یا کوئلوں میں گھس
جانے سے یا دم روکنے سے یا اپنے
تئیں پتھروں پر جلانے سے یا کسی آگ
یا پانی میں کود پڑنے سے اور اپنے تئیں
ہلاک کرنے سے اپنی مکتی ہونا بیان
کرتے ہیں۔ بعض محض لفظ اوم۔ وشٹ
سوا ہا۔ سودہا کا وظیفہ پڑھنے میں اپنی مکتی
جانتے ہیں۔ بعض اس امر پر مطمئن ہیں کہ وہ
برہما۔ اندر۔ رودر۔ وشنو۔ دیوی
کماری۔ ماتری۔ کاتیامنی چندرا
اوتیا۔ ورن۔ باسو۔ اسونی۔ ناگا
جاکش۔ گندھرب۔ اسور۔ گرڑ
کھنر۔ مہورگ۔ راکشش پریت
بھوت۔ کسمنڈا۔ پرشاو۔ گنپتی
دیورشی۔ برہم رشی۔ راج رشی کو
نمشکار کرتے ہیں۔ یا زمین۔ پانی۔ ہوا
پہاڑ۔ ندی۔ چشمہ۔ جھیل۔ سمندر
جوہڑ۔ چاہ۔ درخت۔ جھاڑی۔ بیل
گھاس وغیرہ کو پوجتے ہیں۔

یہ کچھ پتہ نہیں چلتا کہ ان سب عقیدوں
طریقوں کی تفریق کس کس وقت میں ہوئی
معلوم ہوتا ہے کہ ان فقیروں نے
ایک نہ ایک بات لے کر دوسرے
سے اپنا فرقہ علیحدہ کر لیا ہے۔ مگر بلا
لحاظ کسی خاص فرقہ کے اعتقاد کے
جوگ شاستروں کے مطابق جو عام
عقائد جوگیوں کے ہیں وہ یہ ہیں۔

جوگیوں کے عام عقائد

(۱) کوئی ایک سب سے برتر خدا۔ ایشور ہے
جو پاک ہے۔ اور وہ ایک ایسی روح
ہے جو تمام دنیا پر محیط ہے۔ اور

تمام تکلیفوں اور تمام خواہشوں سے آزاد ہے۔ اسکا نشان لفظ اوم ہے۔ وہ پیدا کرنے والا یا محافظت کرنے والا دنیا کا نہیں ہے۔ اور نہ ان باتوں سے اسکا کچھ تعلق ہے۔

(۲) دنیا میں بیشمار روحیں ہیں جن سے سب جاندار موجود ہیں۔ اور وہ سب اناوی (ازلی) ہیں۔ وہ روحیں پاک ہیں ان میں تغیر و تبدل نہیں ہے۔ لیکن وہ دنیا میں رہنے سے رنج و راحت معلوم کرتی ہیں اور چوراسی لاکھ قسم کی جون قالب میں جنم لیتی پھرتی ہیں۔

(۳) دنیا کسی کی پیدا کی ہوئی نہیں ہے بلکہ ازلی ہے۔ دنیا کے ظہور بدلتے رہتے لیکن وہ قوت جس سے ظہور بدلتے رہتے ہیں یکساں رہتی ہے۔ اسکی ذاتی یا اصلی حالت کو جس سے وہ بنتی ہے پرکرتی (مادہ) کہتے ہیں جس میں تین گن یعنی صفات ہیں۔ ستوگن۔ رجوگن۔ تموگن مادہ بھی باعتبار اس کے صحیح اجزا کے اناوی ہے۔ اسکی حالت تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اس کی حالت کے تغیر و تبدل سے دنیا کا ظہور ہے۔ جس سے تمام دنیا مرکب ہے۔

(۴) علاوہ روح کے ایک چیت بھی ہے جسکو خیال و من کہتے ہیں اور وہ من تینوں گن مذکورہ بالا کے تابع ہے انہی کی وجہ سے من میں مختلف تبدل ہوتے رہتے ہیں۔ من خود چیتن نہیں بلکہ روح کی نزدیکی سے اس میں احساس پیدا ہوتا ہے۔ بیرونی تعلقات کا اثر من پر پڑتا ہے۔ اسی کے مطابق من میں تغیر ہوتا ہے۔ پھر گیان کا عکس اُس پر پڑتا ہے۔ اسی سے من دنیا کے رنج و راحت کو معلوم کرتا ہے۔ اصل میں من روح کی عینک ہے۔

(۵) خیال کے پانچ کام ہیں اوّل صحیح رائے قائم کرنا۔ دوم غلط تمیز کرنا سوم کسی بات کا خیال کرنا۔ چہارم نیند۔ پنجم یادداشت اور یہ پانچوں کام رجوگن۔ ستوگن۔ تموگن سے کسی ایک کے غلبہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

(۶) مثل دنیا کے تمام موجودات جو محسوس ہوتی ہیں۔ باعتبار اپنی اصلیت کے انادی ہیں۔ صرف انکے ظہور میں تبدیلی ہوتی ہے لیکن کبھی اصلیت ضائع نہیں ہوتی۔ جب ایک صورت سے دوسری صورت پلٹتی ہے وہ محض اسکی صورت کی تبدیلی ہوتی ہے۔ اور جب وہ صورت جاتی رہتی ہے۔ اسی مادہ کی کوئی دوسری صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۷) جو ظہور تبدیل صورت سے ہوتا ہے وہ محض خیالی نہیں بلکہ واقعی ہے۔

(۸) جو مادہ خیال جسم میں ہے وہ اشیاء محسوسہ کا اثر کسی ایک گن پر عمل کرنیکی وجہ سے اس گن کی تاثیر کے موافق قبول کرتا ہے۔ اور وہی اثر شے اور حواس دونوں پر مؤثر ہوتا ہے۔ ورنہ اشیاء بذاتہ باعث احساس ہیں نہ قوت حس باعث اشیاء محسوسہ ہے۔

(۹) اگرچہ مادۂ خیال تابع تغیر و تبدل ہے مگر گیان بوجہ قرب روح تغیر و تبدل سے پاک ہے۔ اور جب تک مادۂ خیال کو روح سے قوت تمیز نہیں ملتی تب تک وہ کسی شے کو دریافت نہیں کر سکتا۔

(۱۰) جو اثر مادۂ خیال پر پڑتا ہے وہ مرنے کے بعد بھی باقی رہجاتا ہے اور وہی باعث دوسرے جنم اور سکھ دکھ کا ہوتا ہے۔

(۱۱) خواہشات ہی تکلیفات کی جڑ اس دنیا میں ہیں۔

(۱۲) چونکہ دنیا ازلی ہے اسلیے خواہشات بھی ازلی ہیں۔ لہذا یہ دریافت کرنا لاحاصل ہے۔ کہ پہلا کرم کیا تھا جس سے خواہش پیدا ہوئی۔

(۱۳) دنیا کے ظہور کے ساتھ ہی تکلیفات ہیں اور یہ ذمہ داری ہر ایک شخص کی ہے کہ وہ دنیاوی تکلیفات سے باہر نکلنے کے واسطے کوشش کرے۔

(۱۴) تکلیفات صرف اس طرح دفع ہوتی ہیں کہ خیال کو شتر بے مہار کی طرح آزاد نہ چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ اسکی مہار اپنے ہاتھ میں رکھکر جوگ کے قاعدے کے موافق اسکو چلائے۔

(۱۵) من سے ہر قسم کے دنیاوی خیال

صرف دھیان سمادھی (مراقبہ) سے
دفع ہوتے ہیں۔

(۱۶) جب خیالات کی روک تھام مکمل
طور پر ہو جاتی ہے اور دنیاوی اسباب
کا کوئی اثر من پر نہیں ہو سکتا تب روح
دنیا کے بندھن سے علیحدہ ہو جاتی ہے
اور تمام ذمہ داریوں سے آزاد ہو کر
جینے مرنے سے چھوٹ جاتی ہے اور یہی
آخری پھل انسانی زندگی کا ہے۔

دیو اوپاسنا یعنی پوجا

وید اور پورانوں کے مت سے
مادہ کے تینوں گنوں کی علیحدہ علیحدہ
پوجا ہوتی ہے۔ گرڑ پوران کے ۲۲۷ ادھیا
میں لکھا ہے کہ پوروش کے جو تین گن
یعنی ست، رج، تم، ہیں۔ ان میں سے
ہر ایک گن ہر ایک کال یا جگ میں اپنا
اپنا عمل کرتا ہے۔ جب من اور بدھی
اور اندریوں میں ست گن کا عمل ہوتا ہے
تب کرت جگ ہیں۔ بدیا۔ دان اور تپ
ہوتا ہے۔ اور جب تریتا جگ میں کرم
اور کاریہ میں شکتی ہوتی ہے تب رج
گن کا عمل ہوتا ہے۔ اور دواپر جگ
میں جب لوبھ اور حرص اور غرور اور
فریب بڑھتا ہے تب "تم گن" کا ظہور
ہوتا ہے۔ اور جب جھوٹ نندرا ہنسا
شوگ۔ موہ۔ خوف۔ دنینتا۔ کا زور
ہوتا ہے۔ اسکو کلجگ کہتے ہیں۔

گرڑ پوران کی تحریر سے ظاہر ہے کہ گن
والے مہاتما برہما کی پوجا کرتے ہیں۔

ہنس اڑنے والے جانور کا نام محض تمثیلی
ہے ورنہ وہ دراصل جانور نہیں۔ بلکہ لفظ
سوہم کا اشارہ ہے جو جوگ کا اعلیٰ منتر
ہے۔ جوگی اسی کو بار بار جپتے ہیں۔
یہ اجپا جاپ کہلاتا ہے۔ چونکہ ہنس
کا رنگ سفید ہوتا ہے اسلیئے وہ سوہم
شبد سے نسبت دیا گیا ہے۔ اور ہنس
جھیل میں رہتا ہے۔ سوہم کا مقام بھی من ہے
ہنس کی چونچ سے دودھ پانی جدا ہو جاتا
ہے۔ اسی طرح سوہم سے جیو آتما اور شریر
جو دودھ پانی کی طرح ملے ہوئے
ہیں جدا ہو جاتے ہیں۔ برہما کی استری کا

نام ستوگن ہے جو اوتم گیان (عرفان کامل) کی دینے والی ہے۔

رجوگن۔ رنجنے دہاتو سے نکلا ہے جس کے لغوی معنی رنگت و خوشی کے ہیں یہ بشنو کی پوجا کرتے ہیں۔ آج کل بشنو کے اوتار رام چندر جی اور کرشن جی مانے جاتے ہیں۔ اور انہیں کی پوجا ہوتی ہے اور دونوں کی پوجا میں رجوگن برتا جاتا ہے اسی لیے بشنو کے مندروں میں جسقدر آرائش اور راگ رنگ اور بھوگ ہوتے ہیں وہ کسی دوسرے مندر میں نہیں ہوتے۔

تموگن کی پوجا کرنے والے رودر کی پوجا کرتے ہیں جسکو مہادیو اور شیو بھی کہتے ہیں۔ رودر کے معنی رولانے والے کے ہیں۔ شیو کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ کیلاس پہاڑ پر رہتا ہے۔ جو بکیشوں سے گھرا ہے گنیش جس کے منہ پر ہاتھی کا سر ہے رودر کا متبنیٰ ہے۔ شیو یعنی رودر مہاکال (موت اعظم ہے) جو ہر چیز کا ناشش کرتا ہے۔ (ماگھ دہوت ۳۵ ۔ اسلوک) اسکے ہاتھ میں ترسول گلے میں رنڈ مال ہے یعنی انسانی کھوپری کی مالا ہے۔ وہ بھوتوں پشاچوں اور مسان کا افسر ہے (بھاگوت پران ۳ ۱۴-۲۲) وہ بھیرو ہے۔ دیوانوں احمقوں کا خدا ہے جسکا لباس ہاتھی کے چمڑہ کا ہے جسپر خون کے دھبے ہیں اور جنگلی ناچ ناچتا ہے جسکو تانڈو کہتے ہیں (ماگ دہوت ۳۷ مالتی مادہو) شیو کی شکتی کے نام بھی ایسے ہی خوفناک ہیں جیسے خوفناک رودر یعنی شیو کے اوصاف ہیں یعنی درگا۔ پاربتی۔ کالی۔ چنڈی چامونڈی۔ بھیرون وغیرہ ان کی مورتیں نہایت ڈراونی بنائی جاتی ہیں۔ شیو کی پرستش دو طرح ہوتی ہے۔ ایک وکشنا کار۔ دوسری باما کار۔ وکشنا کار والے جانوروں کی قربانی کرتے ہیں اور کالی چنڈی کو مانتے اور باما کار بام مارگی کہلاتے ہیں۔ وہ پوشیدہ طور پر اپنی پوجا انجام دیتے ہیں۔ برہنہ عورت کی شرمگاہ کو پوجتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں۔ گوشت کھاتے ہیں۔ زناکاری کرتے

ہیں بشٹنو کے اوپاسک اکثر لامذہب وحشی خونخوار۔ یہی لنشہ باز دیکھے گئے ہیں اور دیکھے جاتے ہیں۔

بشنوئی

یہ لوگ نہ ہندو خیال کئے جاتے ہیں نہ مسلمان۔ ضلع میرٹھ علاقہ تحصیل موانہ میں یہ لوگ کئی گانوؤں میں رہتے ہیں۔ یہ لوگ جہاں تمامی نام پیر کے مرید ہیں۔ یہ لوگ جاندار کو آزار نہیں دیتے اور کسی غیر شخص کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے اور مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ خدا کا نام اور میکائیل عزرائیل۔ جبرائیل۔ محمد ائیل وغیرہ فرشتوں کا نام لیا کرتے ہیں۔ ان کے مردے دفن ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اٹیہ داتا دہ کی طرف بھی بہت ہیں۔

ہندو قوم اور ہندو مذہب کی تاریخ

(از تاریخ فرشتہ)

ہندو عقیدے میں زمانہ کے چار دور ہیں۔ ایک ستجگ دوسرا ترتا جگ تیسرا دواپر جگ۔ چوتھا کلجگ۔ جس وقت کلجگ تمام ہوتا ہے۔ پھر از سر نو ستجگ آتا ہے۔ اور اسی طرح کلجگ تک منتہی ہوتا ہے۔ غرضکہ دنیا کی حالت ہمیشہ اسی طریقہ پر رہتی ہے۔ اسکی ابتدا و انتہا کچھ نہیں ہے۔ ایک معتبر کتاب میں نظر سے گذرا ہے کہ ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ آدم ؑ سے تین ہزار سال پہلے کون تھا؟ فرمایا! آدم! اسی طرح اس شخص نے تین مرتبہ سوال کیا اور آپ نے وہی جواب دیا کہ آدم! اس شخص نے خاموش ہو کر سر جھکا دیا۔ حضرت ولایت پناہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو مجھ سے تیس ہزار مرتبہ بھی پوچھتا کہ آدم سے پہلے کون تھا! تو میں یہی جواب دیتا کہ آدم! اس روایت سے عالم کی قدامت کے مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔ اور ہندوؤں کے اقوال کو محض ڈھکوسلہ نہیں کہا جا سکتا۔ بعض قدیم برہمنوں کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم انتہا ہے۔ اور

حشر و نشر کا دن حق ہے۔ مگر محققین ہنود ان اقوال کی تاویلات کرتے ہیں بہرحال ستجگ سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار سال کا مشہور ہے اور اس دور میں دنیا والوں کے طریقے اچھے اور درست رہتے ہیں اور سب وضیع و شریف۔ امیر، غریب سچائی و راستی اور رضائے الٰہی کے راستے نہیں بھٹکتے۔

ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ ستجگ میں انسانوں کی طبعی عمر ایک لاکھ برس کی ہوتی ہے۔

اور ترتا جگ کے ایام کا شمار ۱۲ لاکھ ۹۶ ہزار سال ہے۔ اس زمانہ میں تین حصہ مخلوق رضائے الٰہی کی پیرو ہوگی اور ان لوگوں کی عمر طبعی دس ہزار سال مشہور ہے۔

تیسرا دور دواپر جگ ہے۔ اسکی میعاد ۸ لاکھ چونسٹھ ہزار سال بتائی جاتی ہے۔ اس زمانہ میں بھی سچائی اور نیک کرداری کا دور ہوگا اور اس دور کے لوگوں کی عمر طبعی ہزار سال کی مشہور ہے۔ بابا آدم اور حضرت نوح وغیرہم کی عمریں ہزار سال یا اس سے کچھ کم کی بتائی جاتی ہیں۔ اسکو ہندو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں چونکہ یہ دواپر جگ کے آخر میں ہوئے ہیں ان کی عمریں اس قدر ہوں گی۔

اور دور چہارم یعنی کلجگ کی مدت چار لاکھ دو ہزار سال ہے۔ اس دور میں دنیا کی تین حصے مخلوق جھوٹ اور برائیوں میں مبتلا ہوگی۔ اور ان لوگوں کی عمر طبعی سو برس کی ہوگی۔ ہر دور کے دنوں کا ضابطہ یہ ہے کہ جس وقت کلجگ کے دنوں کی مقدار دوگنی ہوجائے تو دواپر جگ آجائیگا۔ اور جس وقت دواپر جگ کی مقدار ڈیڑھ گنا ہوجائے تو ترتا جگ شروع ہوگا اور جب ترتا جگ کی مدت زیادہ ہوجائے تو ست جگ آجائیگا۔ اب سنہ ۱۹۳۱ میں کلجگ کے ۵۰۳۲ سال ختم ہو چکے ہیں۔

اہل ہند اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اول پانچ عنصر پیدا کیے ہیں [illegible] اور پھر ایک تیز و شخص برہما کو پیدا کر کے اسکو پیدائش عالم کی شروعات کا وسیلہ اور سبب قرار دیا۔ عنصر اکاس۔ عام

ہندوؤں کے عقیدہ میں آسمان ہے
مگر ان کے بعض خاص لوگ اسکی تکذیب
کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حکمائے ہند
آسمانی وجود کے قائل نہیں ہیں اور یہ
جو کچھ نظر آتا ہے اسکو ہوا بتاتے ہیں۔
ستاروں کے متعلق ان کا عقیدہ ہے
کہ مقدس بزرگان سلف نے اپنی ریاضات
وعبادات کے ذریعہ یہ نورانی صورت
اور روحانی ہیکل حاصل کیا ہے۔ اور اخلاق
الٰہی واوصاف نامتناہی سے متصف
ہوکر ارتقاء کے مدارج طے کرکے ارادات
نفسیہ کے ساتھ عالم علوی میں اُڑتے اور
سیر کرتے ہیں۔ جو بزرگ انتہائی کمال کے
درجہ کو پہنچ گئے ہیں۔ وہ تو بڑے بڑے
ستارے بن گئے ہیں اور کبھی عالم سفلی
کی طرف رجعت نہیں کرتے لیکن بعضے
جو اس مرتبۂ کمال سے کم درجہ پر ہیں وہ
اپنی قوت پرواز کے موافق آسمان کی
بلندی پر صعود کرکے پھر عالم سفلی میں
واپس آجاتے ہیں۔ پس عنصر آکاس جیسا
کہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے ایک دوسرے

معنی رکھتا ہے۔ اسکی تحقیق انہیں کتابوں
میں دیکھنی چاہیئے

برہما نے خدا کے حکم سے انسان کو
پیدا کرکے چار گروہ پر تقسیم کیا۔ برہمن چھتری
ویش۔ شودر۔ پہلے گروہ (برہمن) کو
ریاضتوں۔ مجاہدوں اور احکام کی دینی
حفاظت اور مقررہ حدود کو ضبط میں
لانے کے واسطے عالم معنوی کا پیشوا بنایا
اور دوسرے گروہ چھتری کو ریاست اور
ظاہری حکومت پر مقرر کرکے عالم ظاہری
کا مقتدا ٹھیرایا اور دنیا کے انتظام
کی باگ ان کے ہاتھ میں دیگئی۔ تیسرے
گروہ ویش کو کاشتکاری اور صنعت
وحرفت اور تجارت کے لیے معین کیا
چوتھے گروہ شودر کے ان تمام اقوام کی
خدمت واطاعت سپرد کی گئی۔ اور برہما
نے ایک کتاب ان سب کے معاد ومعاش
کی اصلاح وتربیت کے لیے تصنیف
کرکے اسکا نام وید رکھا۔ الہام ربانی
سے اسکی مجرد عقل نے یہ ایک ایسا قانون
مرتب کیا جس سے یہ عالم کثرت پھر علو نخا

وحدت میں شامل ہو جائے۔ اور تمام مخلوقات اور اقوام عالم کا انتظام ہو سکے چنانچہ بہت سے ضوابط اور متعدد مسائل درج کرکے اس کتاب کو الہامی کتاب مشہور کیا۔ تاکہ عوام الناس مطیع و فرمانبردار رہ کر بے چون وچرا راہ مستقیم پر چلیں۔

وید میں ایک لاکھ اشلوک ہیں۔ اشلوک چار چرن کا ہوتا ہے۔ اور چرن کم از کم ایک اچھر اور زیادہ سے زیادہ ۲۶ اچھر کا ہوتا ہے۔ اچھر ایک حرف یا دو حرف (جنہیں کا دوسرا ساکن ہو) کو کہتے ہیں۔ حکمائے ہند متفق ہیں کہ اس عجوبۃ المخلوق مصنف وید کی عمر سو برس کی تھی۔ مگر اسکا ایک برس تین ہزار ساٹھ دن کا ہوتا تھا اور ہر دن اس زمانہ کا چار ہزار سال کی برابر ہے۔ اسی طرح ہر رات اتنے ہی دنوں کی برابر ہوتی تھی۔ برہمن حکمار متفق ہیں کہ اس زمانہ تک اکثر برہما پیدا اور فنا ہو چکے ہیں۔ اور اکثر ثقہ برہمنوں سے سُنا گیا ہے کہ موجودہ برہما ہزاروان برہما ہے جسکی عمر پچاس سال اور آدھے

دن کی ہو چکی ہے۔ اور دن کا آخر نصف حصہ شروع ہے۔

(تاریخ فرشتہ کا بیان ختم ہوا)

میری رائے میں فرشتہ نے جو کچھ لکھا مورخانہ حیثیت سے لکھا ہے اسلیئے صرف دنیا کی ابتدا اور انتہا اور اقوام کی تقسیم اس لئے بیان کی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہندو مذہب اور ہندو قوم کی نسبت تاریخی شان سے ایک لفظ کا لکھنا بھی نہایت دشوار ہے۔ کیونکہ مسلمانوں نے اور پھر یورپ والوں نے تاریخ نویسی کا جو معیار مقرر کیا ہے ہندو روایات و حالات اس سے کسی جگہ بھی مطابق نہیں ہیں۔

ہندوؤں کے چار گاف

ہندوؤں میں چار چیزیں ایسی مانی جاتی ہیں جن کے شروع میں گاف ہے۔ ایک[۱] گائے ہے۔ دوسری[۲] گنگا ہے۔ تیسری[۳] گیتا ہے۔ چوتھے[۴] گائتری منتر ہے۔

گائے کی تعظیم وہ حد سے زیادہ کرتے ہیں اور ان کا ہر فرقہ خواہ برہمن ہو یا چھتری

ویش ہو یا شودر۔ ہر ایک گائے کی حفاظت و عظمت میں متحد الخیال ہے۔ البتہ بعض ہندو فرقے مثلاً چمار حلال خور وغیرہ گائے کا گوشت کھا لیتے ہیں۔ لیکن گائے کا اثر ایسا بھی ایسا ہے کہ جب کسی غیر قوم کے خلاف ہو گا۔ جو کہ گائے کی عزت نہ کرتی ہو گائے کی حفاظت و حمایت کے لیے ہندوؤں کو بلایا جائے تو پھر ہر ہندو ایکہ میں شریک ہو جاتا ہے خواہ وہ کسی عقیدہ کا ہو۔ اور خواہ وہ چمار و حلال خور ہی کیوں نہ ہو۔

ہندو گائے کی محبت میں اس قدر محو کیوں ہیں کہ اسکا پیشاب پیتے ہیں اسکا گوبر مقدس سمجھتے ہیں۔ اور اسکی جان بچانے کے لیے انسانی جان دے دیتے اور لے لیتے ہیں۔ اسکو کوئی غیر ہندو سمجھ نہیں سکتا۔ نہ خود ہندو سمجھا سکتے ہیں حالانکہ موجودہ زمانہ میں لاکھوں مضامین گائے کی حفاظت کے لیے شائع ہوتے ہیں اور سینکڑوں متحدہ جماعتیں خاص گائے کی حمایت و حفاظت کا کام کر رہی ہیں۔ مگر گائے کی عزت کی مذہبی وجہ آج تک کوئی بیان نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ مہاتما گاندھی بھی اسکی مذہبی تاویل نہیں کر سکے سوائے اس کے کہ انھوں نے اپنی بے انتہا عقیدت گائے کے ساتھ ظاہر کی۔

صرف یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ملک زراعتی ہے۔ گائے کے بچھڑے کھیتی کیاری کے کام آتے ہیں اور گائے کے دودھ سے اور گھی سے پرورش ہوتی ہے۔ مگر یہ وجوہات اقتصادی اور معیشت کی ہیں۔ مذہب کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

میرے خیال میں اسکی وجہ محض یہ ہے کہ ہزارہا سال سے ہندو قوم میں گائے کی عبادت ہوتی آئی ہے۔ اور اب ان کے بچہ بچہ کی رگ رگ میں گائے کی محبت سما گئی ہے۔ اگرچہ ان میں سے بہت لوگ عقلی دلائل سے گائے کی ضرورت ثابت کرتے ہیں۔ مگر وہ ضرورت مذہبی حیثیت مطلق نہیں رکھتی بلکہ اقتصادی

دلیل بھی کچھ زیادہ قوی نہیں ہے۔
گائے اگر دودھ دیتی ہے تو بھینس اس
سے زیادہ دودھ دیتی ہے۔ اور اسکے
دودھ میں گائے سے زیادہ گھی ہوتا
ہے مگر بھینس کی عظمت نہیں کیجاتی۔
گائے کے بچھڑے جو کھیتی کے
کام آتے ہیں۔ اگر در اصل کھیتی کی وجہ سے
عزت ہوتی تو بیلوں کی عزت ہوا کرتی
مگر ان میں سے کوئی بات بھی دل کو
مطمئن کرنے والی نہیں ہے۔

ہندو غالبًا مصر کی طرف سے
ہندوستان میں آئے ہیں اور گائے
کی عبادت کا عقیدہ بھی مصر سے انکے
ساتھ آیا ہے جیسا کہ قرآن شریف وغیرہ
سے معلوم ہوتا ہے کہ مصری قوم بیل
کی پوجا کیا کرتی تھی۔

بہرحال میری رائے ہے کہ ہزاروں
برس کے پرانے خیال کو اتنی بڑی قوم
کے دل سے دور کرنا ممکن نہیں ہے
اور کوئی غیر ہندو قوم آسانی سے یہ
عقیدہ ہندو قوم کے دل سے نہیں
نکال سکتی۔ اور کوئی عقلی فلسفہ ہندو قوم
کے دل کو مطمئن نہیں کرسکتا۔ اسواسطے
مصلحت یہی ہے کہ سب غیر ہندو اقوام
گائے کے مسئلہ میں ہندوؤں سے پرخاش
نہ کریں اور انکو ان کے حال پر چھوڑ دیں
اور یہ بھی ضروری مصلحت ہے کہ مسلمان
اور سب غیر ہندو اقوام گائے کشی ایسے
طریقے سے نہ کریں جس سے ہندوؤں
کی دل آزاری ہوتی ہو۔

سوائے گائے کے اور کوئی ایسی
چیز ہندو مذہب میں نہیں ہے جو تمام
ہندو فرقوں کے جذبات میں یکساں
جوش یگانگت پیدا کرسکے۔ اسواسطے
گائے چاروں گاف میں سب سے
بڑا درجہ رکھتی ہے۔

گنگا۔ گائے کے بعد گنگا کا درجہ ہے۔
یہ ایک دریا ہے جسکو اکثر بلکہ تمام ہندو
فرقے مقدس مانتے ہیں اور اس میں
غسل کرنا باعث نجات تصور کرتے ہیں
لیکن ہندوؤں کے کمین فرقوں کو
گنگا میں نہانے کی اجازت نہیں ہے

اسواسطے وہ گنگا کی عزت تو کرتے ہیں
مگر اس کے اندر نہانے کی اجازت نہونے
کے سبب انکو خاص وابستگی گنگا کیساتھ
نہیں ہے۔ نہ انکے جذبات پر گنگا کے نام
سے کوئی اثر ڈالنا ممکن ہے۔
گنگا کی عظمت کیوں کیجاتی ہے
اسکی وجہ بھی مذہبی شان سے کوئی ہندو
بیان نہیں کرسکتا۔ بس زراعت اور آبپاشی
کی دلیلیں پیش کی جاتی ہیں مگر وہ مذہبی
نہیں اقتصادی ہیں۔ غور کرکے دیکھو
گنگا سے بڑے بڑے اور بیسیوں دریا
ہندوستان میں ہیں جن سے زراعت
کو فائدہ ہوتا ہے۔

گیتا گنگا کے بعد گیتا کا درجہ ہے
گیتا سری کرشن جی کے لکچروں کا مجموعہ
ہے جس میں فلسفہ حیات اور فلسفۂ
کائنات کو نہایت عمدگی سے بیان کیا
گیا ہے۔ ہندوؤں کا بڑا گروہ گیتا کو
مانتا ہے اور اسکی پوجا کرتا ہے۔
اگرچہ رامائن کی عظمت بھی لاکھوں
کروروں ہندوؤں میں کی جاتی ہے جسمیں
رام چندر جی کے حالات ہیں مگر گیتا
کی برابر اسکو مقبولیت حاصل نہیں ہے
رامائن محض خوش عقیدہ ہندوؤں
میں محبوب ہے، اور گیتا اہل علم اور فلاسفر
طبقہ میں بھی مانی جاتی ہے اور خوش عقیدہ
عوام میں بھی۔ تاہم بہت سے ہندو
ایسے بھی ہیں جن کو گیتا کی عظمت
سے تعلق نہیں ہے۔ بلکہ ان میں
سے بعض گیتا کو سری کرشن کی
کتاب ہی نہیں مانتے۔

گائتری منتر۔ یہ ہندوؤں کا
کلمۂ توحید سمجھنا چاہیے۔ ہندوؤں
میں اسکی بہت عزت ہے اور اس کا
ادب اس درجہ ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ
ادنیٰ اور کمین اقوام کو اسکے پڑھنے کی
اجازت نہیں ہے۔ بلکہ اسکو اگر کوئی کمین
ذات والا پڑھ لے تو اسکے لیے یہ سزا
مقرر ہے کہ اسکے حلق میں سونا گرم
کرکے ڈالدیا جائے۔
بعض لوگ کہتے ہیں کہ گائتری
منتر پڑھنے کا صرف برہمن کو حق ہے

چھتری - ویش - شودر نہیں پڑھ سکتے
مگر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سوائے شودروں
کے ہندوؤں کے اور فرقے بھی گائتری منتر
پڑھ سکتے ہیں -

میں یہاں اس منتر کو نقل کرتا ہوں
اور جو مطلب اسکے الفاظ کا حاصل ہوا
وہ بھی درج کیا جاتا ہے - تاہم ممکن ہو کہ
اسکے الفاظ میں یا اسکے معنی میں کوئی
غلطی رہ گئی ہو - اگر کوئی مسلمان اسکو یاد
کرنا چاہے تو کسی واقف کار بے تعصب برہمن
سے صحت کر لے - یہ امید نہیں ہو کہ ہر برہمن
مسلمان کو یہ منتر سکھا سکے جب تک کہ وہ غیر
متعصب ہو - منتر یہ ہے :-

اُوم - بھُور - بھُوۃ - سوۃ - تت -
سوی - ترُورنیم - بھر - گودوسی - دِہی -
مہی - دہیو - یونہ - پرچودیات - اُوم -
معنی لغوی اور شرح گائتری کی یہ ہے :-
اوم - اللہ - یہ اسم افضل اسمائے الٰہی میں
ہے یعنی اسم ذات ۱۲ - بھُور - آسمان اول
یعنی اپنے تابعین کو سب دردو غم سے نجات
دیکر سرور دائمی میں رکھتا ہے - بھُوۃ - آسمان
دوم - جو تمام مخلوق میں جلوہ گر ہو کر سب کو
اپنی اپنی راہ پر رکھتا ہے - سوۃ - آسمان سوم
یعنی ہے تت یعنی اوس - سوی تر - پیدا
کنندہ یعنی جو خالق اور عزت کا دینے والا
ہے - ورنیم - یعنی جو بہت ماننے کے لایق
ہے - بھرگو - روشنی - یعنی جو پاک شکل
ہے - دِوسی - روشن یعنی جو سب
جانوں کا روشن کرنیوالا اور آرام کا دینے
والا ہے - دِہی مہی - ہم خیال کرتے ہیں
یعنی ہم لوگ اپنے ہمیشہ خلوص عقیدت سے
یقین کرکے مان لیں - دِہیو یعنی حواس خمسہ
اور دل و عقل یو - یعنی جو - نہ یعنی ہماری
پرچودیات رجوع کرے یعنی مہربانی سے
سب برے کاموں سے الگ کرکے ہمیشہ
اپنی طرف رکھے - اوم - اللہ رحیم - اللہ تعالےٰ
جو کل مخلوقات میں جلوہ گر ہے - اور پرستش
کے قابل ہے - اس پیدا کنندہ کا نور سب
جانوں میں جلوہ گر ہے - ہم فرمانبردار خلوص
عقیدت سے یقین کرتے ہیں کہ جو ہمارے
حواس خمسہ اور دل و عقل ہیں ان کو اپنی
طرف رجوع کرے آمین

قصہ مختصر ہندو مذہب کے یہ چار گاف تھے جیسے کہ سکھوں میں پانچ کاف ہیں جنکو پانچ ککے کہا جاتا ہے۔ ایک کیس (سر کے بال) دوسرے کنگھا تیسرے کرد (چھوٹی چھری) چوتھے کڑا (لوہے کا کڑا جو سیدھے ہاتھ کی کلائی میں پہنا جاتا ہے۔ پانچویں کچھ (یعنی وہ جانگیہ جو لباس کے اندر رہتا ہے)

ہندو اقوام کے خصائل

یہ تو معلوم ہو گیا ہے کہ ہندوؤں کی چار ذاتیں ہیں۔ ایک برہمن۔ دوسرے چھتری تیسرے ویش۔ چوتھے شودر اور ان کے کاموں کا حال بھی معلوم ہو چکا ہے کہ برہمن علمی اور مذہبی پیشوا ہیں۔ چھتری سپاہی اور حکمراں ہیں۔ ویش سوداگر اور صناع ہیں شودر کمین اور خدمتگار ہیں۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ ہر قوم کی مخصوص خصلتیں کیا کیا ہیں کہ بغیر اسکے یہ کتاب ہندو مذہب اور ہندو قوم کی معلومات نہیں کہی جا سکتی۔

برہمن بہت ذہین ہوتے ہیں قدرتی طور سے ان کے خون اور جسم و دماغ میں برتری اور افسری کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ خیرات اور نذر و نیاز کھانے کے سبب جو انکو ان کے ماتحت فرقوں سے حاصل ہوتی ہے انکے اندر ذاتی خودداری کا احساس کم ہو گیا ہے اور دوسرے فرقوں کی طرح وہ محنت بھی اچھی طرح نہیں کر سکتے تاہم ہزاروں برس سے قوم کے مذہبی پیشوا ہوتے آئے ہیں اسواسطے انکے خیالات بلندی ہی کی طرف جاتے ہیں۔ آخر زمانہ میں مسٹر تلک اور مسٹر گوکھلے اور پنڈت مالوی اور پنڈت موتی لال نہرو اور سر سریندر ناتھ بنرجی اور سی آر داس کی شہرت و خدمت ملک نے ثابت کر دیا کہ برہمن عقلی و دماغی قوت میں بہت اعلیٰ ہیں۔ اور ذات پات کے بندھن رہیں یا نہ رہیں برہمن ہمیشہ اپنی نسلی لیاقت سے افسری کرتے رہینگے۔

برہمنوں کو نوکری اور تجارت و زراعت کرنیکی سخت ممانعت کیگئی ہے مگر زمانہ کی مجبوریوں سے وہ آجکل یہ سب کام کرتے ہیں تاہم دیکھا جاتا ہے کہ وہ تجارت و زراعت میں فرقہ ویش سے کمزور ثابت ہوتے ہیں۔

برہمنوں میں اجتماعی قوت بہت ہے

وہ قوم کو بہت جلد اور آسانی کے ساتھ اپنے
گرد جمع کر لیتے ہیں مگر آجکل مہاتما گاندھی نے
جو ویش فرقہ سے ہیں انکو مات کر دیا ہے یعنی
ہندو لوگ برہمنوں سے زیادہ مہاتما گاندھی
کا کہنا مانتے ہیں۔ برہمنوں میں سازش
کرنے کا مادہ بھی بہت ہے وہ خفیہ کام کرنے
میں بڑے ماہر ہیں اپنے راز کو بہت عمدگی
کے ساتھ پوشیدہ رکھ سکتے ہیں۔

چھتری سپاہیوں اور حکمرانوں کا فرقہ ہے
بہت بھولا، بہت سیدھا، بہت شریف مزاج
بہت بہادر۔ اس گروہ میں سازش کا مادہ
کم ہے۔ کھری اور صاف صاف بات کہدیتا ہے
برہمن قوم کا ادب مذہبی اعتبار سے کرتا ہے مگر
حکومت کی حکمت میں جب برہمن دخل دیتے ہیں
تو چھتریوں کا کام خراب ہو جاتا ہے کیونکہ چھتری
رعایا کی ہمدردی و انصاف میں مذہبی تعصب کو
داخل نہیں ہونے دیتے۔

چھتری امیر ہوں یا غریب بھروسہ کے
قابل ہوتے ہیں۔ بات اور زبان کی پاسداری
ان میں بہت ہے اور ہندوؤں میں یہی ایک ایسا
فرقہ ہے جسکی خصلتیں انسانی ہیں سپاہیانہ ہوتا

پاک ہیں اور کوئی گرفت انپر نہیں ہو سکتی گو
کوئی انسان فرشتہ نہیں ہوتا کچھ نہ کچھ برائیاں
ہر آدمی میں ہوتی ہیں۔

ویش یہ تجارت پیشہ قوم ہے سود خواری
اسکا جوہر ہے دولت جمع کرنے میں اسکو خوب
مہارت ہوتی ہے۔ ہر قسم کے توڑ جوڑ اور فریب
کر سکتی ہے۔ رات دن اسکو روپیہ کی فکر رہتی ہے
دوسروں سے مال حاصل کرنے میں وہ بڑی
بے رحم ہے۔ ہندو ہوں یا ہندوؤں کے علاوہ
کوئی دوسری قوم ہو ویش لوگ سود کے ذریعہ
اسکا خون چوس کر اسکو بالکل برباد کر دینے سے
کبھی نہیں ڈرتے۔

وہ مذہب کی پابندی بھی دولت کیلئے کرتے
ہیں انکی جسقدر عبادات ہیں انکا حاصل مقصد روپیہ ہے
یہودیوں کے سوا دنیا کی کسی قوم میں روپیہ کی
حرص اتنی نہیں ہے جتنی ہندوؤں کے ویش فرقہ
میں ہے اسواسطے انپر بھروسہ کرنا بہت دشوار ہے
کیونکہ وہ روپیہ کے لیے اپنے قریبی رشتہ دار
کی بھی پروا نہیں کرتے ہیں۔

شودر بہت کم عقل۔ جاہل۔ توہم پرست جنہوں نے
دوسروں کا اثر قبول کر لینے والے۔ تقلاف [illegible]

نواہوں سے بھڑک اُٹھنے کے قابل اپنی پستی
بیچارگی پر صابر و شاکر اور ہزارہا سال کی
ملامی کے سبب خودداری کے ضمیر سے محروم
وگئے ہیں۔ اگر یہ اعلیٰ ہندوؤں کی غلامی سے
زاد ہو جائیں تو صدیاں گزرنے کے بعد بھی خودداری
کا احساس انمیں بمشکل پیدا ہوگا۔ بنگال میں لاکھوں
شودر چند صدیاں پہلے مسلمان ہو گئے تھے
ور اسلام قبول کرنے سے انکو انسانی مساوات
کی آزادی ملگئی تھی مگر ابتک انمیں غلامی اور ذلت
کے جذبات موجود ہیں ارتقا صدیوں کے بعد بھی انکو
اعلیٰ نہیں کر سکا کیونکہ انکے خون اور نسل کا اثر
شاید ہزاروں برس باقی رہیگا۔

چیور کھشا۔ ہندوؤں کے چاروں فرقوں
میں برہمن اور ویش فرقہ کے لوگ اس احساس میں
سب سے زیادہ ہیں چھتری اور شودر اسکی پرواہ نہیں
کرتے جین مذہب میں جاندار کی حفاظت سب سے
ضروری سمجھی گئی ہے۔ اور تحقیق کیا جائے تو ویش
فرقہ میں جینی زیادہ ملیں گے اسکی وجہ یہ ہے
کہ چھتری لوگوں کا کام چونکہ لڑائی ہے اسواسطے
وہ خوں ریزی سے نہیں گھبراتے۔ چھتری گوشت
بھی کھاتے ہیں اور شودر بھی چونکہ سب گوشت کھاتے
ہیں اسواسطے جیور کھشا کی انکو کچھ پروا نہیں ہے
برہمن اگرچہ جیور کھشا میں منضبط ہیں مگر ویش
فرقہ کی طرح زیادہ تعصبات انمیں نہیں ہے

کفایت شعاری۔ کفایت شعاری یا
کنجوسی میں ہندو قوم بہت بدنام ہے مگر برہمن
چھتری۔ شودر کنجوس اور حد سے زیادہ کفایت
شعار نہیں ہوتے صرف ویش فرقہ اس صفت سے
متصف ہے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ویش فرقہ میں
سب برائیاں ہی برائیاں ہیں۔ تصویر کے
دوسرے رخ کو دیکھا جائے تو اس فرقہ سے
ملک کی مالی اور حسابی حالت سنبھلی ہوئی ہے
اور مالیات ہی پر ملکوں کی زندگی منحصر ہے
ویش فرقہ نہ ہو تو برہمن چھتری اور شودر اقوام
کی مالی تنظیم پاش پاش ہو جائے۔

ہندو قوم کی خیر خیرات کا دارومدار بھی
زیادہ تر اسی تجارت پیشہ فرقہ پر ہے۔ غرض
قطع نظر مذکورہ برائیوں کے اس فرقہ میں خوبیاں
بھی بہت سی ہیں اور جب سے مہاتما گاندھی جیسے
بزرگ اس فرقہ میں ظاہر ہوئے ہیں اس وقت
سے تو اسکی عزت ہر اعتبار سے بڑھ گئی ہے۔

ہندوؤں کی علامتیں۔ ہندو ہونے

کی کئی علامتیں ہیں۔ ایک تلک ہے، دوسرے دھوتی ہے تیسرے چوٹی ہے۔ چوتھے جنیو ہے۔ یہ علامتیں جسمانی اور ظاہری ہیں اور ایک علامت مُردہ کو آگ میں جلانا ہے۔

چوٹی اور دھوتی بڑی نشانیاں نہیں ہیں۔ بہت سے مسلمان بھی دھوتیاں باندھتے ہیں اور بعض مسلمان پیروں اور بزرگوں کے نام کی چوٹیاں بھی بچوں کے سروں پر رکھتے ہیں۔

صرف تلک اور جنیو اور مُردہ کا آگ میں جلانا اور ختنہ نہ کرانا ہندوؤں کی خاص علامتیں ہیں۔ ختنہ نہ کرانے میں عیسائی بھی انکے شریک حال ہیں کیونکہ ختنہ صرف مسلمانوں اور یہودیوں کی نشانی ہے۔

تلک۔ ہر ہندو فرقے کے تلک علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں جن سے انکی قومیت اور انکے عقائد کی شناخت ہوتی ہے۔ مثلاً برہمنوں کے تلک عموماً سفید صندل کے ہوتے ہیں اور ماتھے پر تین لکیریں چوڑان میں کھنچی رہتی ہیں۔ یہ علامت ستوگن رجوگن تموگن کی ہے اور شیو کی پوجا اس سے ظاہر ہوتی ہے۔ برہمن اکثر یہی تلک لگاتے ہیں کیونکہ سری رامچندر جی اور سری کرشن جی کے تلک لگانے اپنی شان کے خلاف خیال کرتے ہیں کہ وہ دونوں چھتری نسل سے تھے۔ چھتری اور ویش اگر رامچندر جی کے ماننے والے ہوں تو ماتھے پر سرخ رنگ کے یا اور کسی رنگ کے تین تلک ماتھے کے طول میں لگاتے ہیں۔ یہ علامت رام لچھمن سیتا تینوں بزرگوں کی ہے مگر یہ تلک زیادہ تر مدراس اور بمبئی کے علاقہ میں مروج ہے یا یو پی کے علاقوں میں سری کرشن جی کے ماننے والے چھتری اور ویش زعفرانی رنگ کا ایک ٹیکا ماتھے کے بیچ میں لگاتے ہیں اور جو لوگ صرف ہنومان جی کی پوجا کرتے ہیں وہ لال سیندور کا ایک ٹیکا ماتھے پر لگاتے ہیں۔

ویش لوگ یعنی بنیئے لکشمی (دولت) کی پوجا کرتے ہیں وہ زرد رولی کا ٹیکہ اسکی علامت کیلئے لگاتے ہیں۔ یہ چند خاص اور بہت بڑی علامتیں لکھی گئی ہیں ورنہ ہندو قوم اور ہندو مذہب کی رنگا رنگی پر کچھ لکھنا اور ایک حد مقرر کرنا بالکل ناممکن ہے۔

چھوت۔ ہندو قوم کی یہ خصوصیت تمام دنیا میں نرالی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ہاتھ کا چھوا کھانا پانی نہیں کھاتے پیتے یہاں تک کہ باپ بیٹے سے اور بیٹا ماں باپ سے چھوت کرتا ہے۔ اور کوئی شخص ایک برتن میں شریک ہو کر کسی دوسرے کے ساتھ کھانا نہیں کھا سکتا۔ برہمن لوگ چھتریوں کو

اپنے سے کم سمجھتے ہیں اور چھتری ویشوں کو اور ویش شودروں کو۔ اسی طرح تینوں فرقے شودروں کو نہایت ذلیل خیال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کسی شودر کا سایہ کسی اعلیٰ ذات والے ہندو پر پڑ جائے تو اسکو نہانا پڑتا ہے اور بغیر غسل کے وہ کھانا نہیں کھا سکتا۔

اس چھوت کی نسبت عقلا کے دو خیال ہیں ایک فریق کہتا ہے کہ ہندو قوم اسی چھوت کے مسئلہ کے سبب زندہ و برقرار ہے یہ مسئلہ نہ ہوتا تو اب تک وہ یونانی اور اسلامی فاتحین کے اندر جذب ہو کر فنا ہو چکی ہوتی دوسرا فریق کہتا ہے ہندوؤں کی کمزوری اور قومی پستی کا سبب یہی مسئلہ ہے اور اسی واسطے ہندو بہت تیزی کے ساتھ کم ہو رہے ہیں۔ ہر دس سال کے بعد جب مردم شماری ہوتی ہے تو ہندو دس بارہ لاکھ کم ہو جاتے ہیں اور اس کمی کی وجہ یہی ہے کہ ان میں چھوت چھات ہے اور اس کے سبب ان کی جسمانی حالت کمزور ہوتی جاتی ہے اور نسل پر اسکا برا اثر پڑ رہا ہے۔ مگر میں اس فریق کی دلیل کو تسلیم نہیں کرتا میرے خیال میں پہلا فریق سچ کہتا ہے۔

ہندو تیرتھ۔ ہندوؤں کا کوئی ایسا مذہبی مقام نہیں ہے جو سب ہندو فرقوں کا مرکز ہو جیسے مسلمانوں کا مکہ ہے اور عیسائیوں اور یہودیوں کا بیت المقدس ہے۔ ان کے تیرتھ بے شمار ہیں اور بڑے تیرتھوں میں یہ خصوصیت قابل لحاظ ہے کہ گنگا یا جمنا دریا کے نہان کا تعلق اس سے ضرور ہوتا ہے۔ جیسے متھرا ہردوار۔ بنارس۔ الٰہ آباد وغیرہ۔

(خدا تعالیٰ کی ذات سے تعلق رکھنے والے غالباً تین تیرتھ بڑے ہیں (تیرتھ اس بڑی مقدس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کا جانا بہت ضروری مانا گیا ہو۔ مندر ہر جگہ اور ہر مقام پر ہو سکتا ہے مگر تیرتھ مخصوص مقامات ہی میں ہوتے ہیں۔)

ایک تیرتھ ہردوار ہے یہ مقام رڑکی کے آگے گنگا کے کنارے واقع ہے یہاں صرف گھاٹ کی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں اور کوئی مخصوص صورت نہیں ہے (اگرچہ لوگوں نے بہت سے مندر بنائے ہیں مگر انکا تعلق اصلی تیرتھ سے نہیں ہے) ان سیڑھیوں کو **ہر کی پیڑی** کہتے ہیں یعنی خدا کی سیڑھی۔ اس مقام پر غسل کرنا باعث نجات خیال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ہر

بھی اسم ذات ہے۔ صفات کا اس سے تعلق نہیں ہے
دوسرا تیرتھ کاشی (بنارس) ہے یہاں
بھی گنگا جمنا ملی ہوئی بہتی ہیں اور ان میں
غسل کرنا باعث نجات سمجھا جاتا ہے۔ اس
تیرتھ کا تعلق شیو یعنی مہا دیو سے ہے جو
اگرچہ صفات خلق و پرورش و فنا کا مجموعہ مانا
گیا ہے تاہم اسکی حیثیت ذات واحد بھی جاتی
ہے۔ یہاں بہت سے مندر شیوناتھ کے پائے
جاتے ہیں اور ہندو علوم کا بھی یہ مقام
پرانا مرکز ہے۔

تیسرا تیرتھ گیا ہے۔ یہ پھلگو دریا کے
کنارے ہے اور بشن جی سے اسکا تعلق ہے
اوپر بتایا جا چکا ہے کہ بشن اسم ذات یا ذات بحت
کا نام ہے۔ اس تیرتھ میں قدم کے نشان بھی ہیں
جسکا طواف کیا جاتا ہے اور یہاں کی زیارت اپنے
مرے ہوئے بزرگوں کی نجات و مغفرت کیلئے
کی جاتی ہے۔ الہ آباد کے تیرتھ کو بھی بعض لوگ
ذاتی تیرتھ کہتے ہیں یعنی صفات الٰہی سے اسکا
تعلق نہیں ہے۔ اس شہر میں گنگا جمنا اور
ایک تیسرا دریا آپس میں ملتے ہیں جس کو
تربینی کہا جاتا ہے اور اسمیں نہانا یا اسمیں
جلے ہوئے مردوں کی ہڈیاں اور راکھ ڈالنا
باعث نجات سمجھا جاتا ہے۔ تین دریاؤں کے
ملنے اور سنگم کو ست رج تم تین صفات کا مرکز
وحدت میں جمع ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

اوتاروں کے تیرتھ۔ ایودھیا فیض آباد
میں سری رامچندر جی کے نام کا تیرتھ ہے متھرا
سری کرشن جی کی پیدائش کے سبب تیرتھ ہے
گوکل ان کی پرورش کا مقام تھا۔ اسواسطے
تیرتھ ہے۔ بندرابن انکے ظہور کی جگہ تھی اسواسطے
تیرتھ ہے۔ دوارکا جو کاٹھیاواڑ میں ہے سری کرشن
جی کی وفات کا مقام ہے اسلیے اسکو تیرتھ سمجھا
جاتا ہے۔ ان کے علاوہ اور جسقدر مندر اور
تیرتھ ہیں وہ یا تو سورج چاند یا اور ستاروں
سے تعلق رکھتے ہیں یا کسی مشہور اوتار سے
انکی نسبت ہے سومنات کا مشہور مندر چاند
سے تعلق رکھتا تھا سوم چاند کو کہتے ہیں۔

ہندوؤں کے نام۔ ہندو قوم کے نام
اسمائے ذات الٰہی پر بہت کم رکھے جاتے
ہیں بلکہ سری رام چندر جی اور سری کرشن
جی کے ناموں پر رکھے جاتے ہیں اور زیادہ تر
سری کرشن ہی کے ناموں پر ہوتے ہیں۔

اسمائے ذات کے نام یہ ہیں بشن سروپ ہرنام داس۔ مہادیو پرشاد۔ ہرچرن گنیش چرن وغیرہ۔ رام چندر جی اور ان کے بھائی کے نام پر بھی نام ہوتے ہیں مثلاً رامچندر رام سروپ۔ رام سنگھ۔ لچھمن داس ہنومان پرشاد۔

سری کرشن جی کے ناموں کی پیروی بہت ہی زیادہ کی جاتی ہے مثلاً موہن داس۔ کنھیالال۔ کرشن پرشاد۔ جگدیش پرشاد۔ جانکی داس۔ برج لال۔ گوپال چند کرشن سنگھ وغیرہ۔

جوتش۔ ہندو قوم علم نجوم کو بہت مانتی ہے اور کوئی کام بغیر جوتشی کے حکم اور اجازت کے نہیں کرتی۔ اسکی شادیاں تو تمام جوتش کے حساب سے ہوتی ہیں۔

ہندو تہوار۔ ہندوؤں کے تہوار عموماً موسموں کی تغیرات سے تعلق رکھتے ہیں یا کسی جنگی فتح کی یادگار ہیں جو منایا جاتا ہے مثلاً رام لیلا۔ رام چندر جی کی فتح لنکا کی نشانی ہے اور ہولی موسم بہار کی شروعات منائی جاتی ہے اور دیوالی دولت کی پوجا کا تہوار ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بھی کسی بڑی لڑائی کی فتح کا جشن ہے۔

خاتمہ

ہندوؤں جیسی عظیم الشان اور قدیمی قوم کی نسبت اور اسکے عجیب مذہب کے بارہ میں اس رسالہ کی مختصر باتیں اس قابل ہرگز نہیں ہیں کہ انکو ہندو قوم یا ہندو مذہب کی معلومات کہا جا سکے تاہم چونکہ مسلمانوں میں اس قسم کے مضامین رائج نہیں ہیں۔ اسواسطے ان کو یہ سب باتیں نئی معلوم ہونگی اور انکی معلومات کو تھوڑا بہت فائدہ اس رسالہ سے پہنچیگا۔

ابتک ہندوؤں کے مذہب کی نسبت صرف اعتراض کرنیوالے مسلمانوں نے کچھ رسائل لکھے تھے اور ہندو مذہب کی صرف وہی باتیں قلمبند کی تھیں جن پر اعتراض ہو سکے مگر میں نے یہ رسالہ صرف مسلمانوں کی معلومات کیلئے لکھا ہے جسکا غرض اعتراض اور مناظرہ اسکا مقصود نہیں ہے جیسا کہ میں نے شروع کے دیباچہ میں بھی ظاہر کردیا ہے۔ والسلام حسن نظامی

ضمیمہ

ہندو مذہب کی معلومات کا رسالہ چھپ چکا تھا مگر اشاعت کی نوبت نہ آئی تھی کہ میرا حیدرآباد جانا ہوا۔ اور وہاں کے رسالہ ترقی میں نواب سرامین جنگ بہادر کا ایک مضمون " ملل ہنود کے فلسفہ " کے متعلق نظر سے گذرا جو اس قابل تھا کہ ہندو مذہب کی معلومات میں شریک کیا جائے۔ اسکے بعد خود نواب سرامین جنگ بہادر سے ملنا ہوا اور انھوں نے رسالہ ترقی کے مطبوعہ مضمون کا غیر مطبوعہ بقیہ میری کتاب کے لیے عنایت فرمایا۔ میں ان دونوں مضامین کو یہاں درج کرتا ہوں۔

رسالہ ترقی میں جو مضمون شائع ہوا ہے اسپر ایک حاشیہ رسالہ کے ایڈیٹر صاحب نے اسلامی مطمح نظر سے لکھا ہے میں اسکو بھی درج کرتا ہوں تاکہ مسلمانوں کو غیر مسلم مذاہب کی معلومات حاصل کرنے کی جانب رغبت ہو۔

حسن نظامی

ملل ہنود کا فلسفہ

از نواب سرامین جنگ بہادر، ایم، اے

نواب سرامین جنگ بہادر، ایم اے۔ صدر المہام پیشی بارگاہ حضور نظام اپنی شخصیت اور مشاغل علمی کی بدولت ہمارے تعارف و تعریف سے بے نیاز ہیں۔ مندرجہ ذیل مضمون ناتمام حالت میں اپنی محققانہ و فلسفیانہ شان کے ساتھ رسالہ ذخیرہ جلد ۴ نمبر ۵ و ۶ میں شائع ہوا ہے اب نواب صاحب موصوف نے عنایت کرم سے اس کا بقیہ حصہ بھی عنایت فرمایا ہے لیکن تسلسل مطالعہ کے خیال سے اول رسالہ ذخیرہ

سے پہلا مضمون "ترقی" کے صفحات پر شائع کیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ
آئندہ نمبر میں اس کا دوسرا حصہ نذر ناظرین کیا جائیگا۔

علم کلام کا یہ مسلم مسئلہ ہے کہ قبل دعوت کوئی قوم معذب نہیں ہوتی پھر
کیا وجہ ہے کہ ہم کسی قوم یا گروہ کو بغیر تبلیغ رسالت اور اتمام حجت کے
مستوجب عذاب و عقاب سمجھیں کیونکہ واجب تعالیٰ کا مدبر و مؤثر عالم
ہونا ثابت و محقق ہے۔ بلاد و عباد کا نظم و نسق تدبیر و انتظام بھلائی
برائی۔ ہدایت ضلالت اسی کے ارادہ و مشیت اور دست قدرت میں ہے
اس صورت میں وہ قوم جس پر خدا کی جانب سے کوئی نبی اور رسول ہی نہیں
بھیجا گیا معذب کیونکر ہو سکتی ہے۔ اسی لیے ہر قوم و ملک کے لیے کسی
نہ کسی رہنما اور ہادی کی سند دیتا ہے:۔

آیات ذیل:۔

(۱) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۔ ہر ہر قوم کے لیے رسول ہے۔

(۲) وَإِن مِّنْ قَرْيَةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۔ کوئی گاؤں بھی ایسا نہیں ہے
جس میں کوئی نذیر یعنی نبی نہ بھیجا گیا ہو۔

ہمارے اس ایقان کا باعث ہیں کہ ہندو کی کثیر التعداد قومیں اور ہندوستان
کی وسیع قلمرو، جیسا کہ اجودھیا میں حضرت شیث علیہ السلام کی قبر ہو
جسکو ہندو رام جی کا استھان بتاتے ہیں، اور لنکا میں ابوالبشر حضرت
آدم علیہ السلام کا ورود ہوا ہو۔ کسی رہنما اور رسول سے خالی نہیں رہ سکتی
قرآن مجید میں ایک موقعہ پر ارشاد ہوا ہے
وَمِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ
انبیا میں سے بعض ایسے ہیں جن کا قصہ ہم نے تجھ سے بیان کیا اور بعض

ایسے ہیں جن کا قصہ ہم نے تجھ سے بیان نہیں کیا"

اس سے ظاہر ہے کہ بہتیرے نبی ایسے ہیں جن کا حال ہم کو معلوم نہیں ہیں ان بزرگوں کی نسبت جو ہندوستان میں سادہ زمانے قبل گذرے ہوں جن کی تلقین روح نمائی، خدا پرستانہ زندگی اور تعلیم و ہدایت مفید و مصلح قوم رہی ہو ہمارا یہ خیال کہ وہ نبی یا پیغمبر نہیں تھے کسی طرح درست نہیں۔ اسلام کے اکثر علمائے عظام بھی مثلاً حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی و حضرت مولینا شاہ ولی اللہ صاحب، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب، رام چندر جی لچھمن جی و کرشن جی وغیرہ اوتار ہنود کو انبیائے مبعوثین میں شمار کرتے ہیں اور حضرت سید عبدالرزاق صاحب بانسوی رح مجدد الف ثانی بھی اسکے قائل ہیں کہ سرزمین ہند انوار نبوت سے معمور ہے۔

یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اسلامی روایتوں میں وارد و ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی جبین مبارک پر ودیعت تھا۔ اس طرح گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک کا ظہور بھی اولاً ہند ہی میں ہوا۔ غرض یہ ہے کہ ہندوستان کی ہدایت کیلئے بھی جناب باری نے کچھ بزرگوں کو مبعوث فرمایا ہوگا اور وہ نفوس قدسیہ ارباب زکیہ و محسوب فی الانبیا ہو سکتے ہیں۔

گو اقوام ہنود امتداد زمانہ کی وجہ سے اپنی اصلی تعلیم سے دور جا پڑے ہوں تاہم موجودہ زمانہ میں انکی سخت ضرورت ہے کہ ان کی اصلی تعلیم ہدایت کی گرد سے پاک کرکے روشنی میں لائی جائے

نواب سرامین جنگ بہادر نے اپنے اس فرض کو جس محنت و دیانت سے

سے انجام دیا ہے وہ قابلِ تشکر ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ نواب صاحب موصوف اس بارہ میں ملک و قوم کو آئندہ بھی اپنی عمدہ تحقیق سے مستفید بخشتے رہیں گے۔ "مدیر"

ہند میں اگرچہ صدہا سال سے ہندو مسلمان بود و باش رکھتے ہیں مگر شاذ و نادر ہی ہندو اپنے ہموطن مسلمانوں کے عقائد سے واقف ہونگے۔ دوسری طرف ان مسلمانوں کی بہت ہی کم تعداد ہے جو اپنے ہموطن ہندوؤں کے عقائد میں کسی اچھی بات کا پایا جانا تسلیم کرتے ہیں بلکہ علی العموم تمام قوم کو بت پرست خیال کرتے ہیں۔ اس لاعلمی کا نتیجہ تعصب ہے، جو ہند کے کسی نہ کسی شہر یا قصبہ میں کبھی کبھی ہندو مسلمانوں میں فساد پیدا کر دیتا ہے۔ اس مذہبی فساد کو مٹانے کے طریقوں میں ایک عمدہ طریقہ یہ ہے کہ دونوں قومیں ایک دوسرے کے عقائد سے واقف ہونے کی کوشش کریں۔ اس بارہ میں راقم السطور نے اپنے حد تک جو کوشش کی اسکا نتیجہ ایک عزیز و معزز دوست کے ایما سے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

ہنود کی مذہبی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مذہب دراصل خدائے تعالیٰ (پرمیشر) کی توحید پر مبنی ہے۔ ان کے تمام فرقوں کے علماء کا اتفاق اصول ذیل پر ہے:-

(۱) خدا کی ذات پاک ایک ہے (ایکم ایوادی ویتم) وحدہٗ لا شریک لہٗ۔

(۲) البتہ ذات باری کے صفات بے حساب و بیشمار ہیں، چنداولیا و اتقیا (رشی) نے صفات باری (دیوم) کا شمار تینتیس لاکھ تک کیا ہے۔

(۳) لیکن ان میں تین بڑے جامع صفات ہیں جو موجودات عالم (لوگم) کے قیام و نظام کے باعث ہیں۔

(i) خالق (برہما) = پیدا کرنے والا۔

(ii) حافظ (وشنو) = بچانے والا۔ حفاظت کرنے والا۔

(iii) مالک (سیوا) = مارنے، جلانے والا۔ سزا، جزا کا مختار۔

(۴) ان ہر سہ صفات باری کا ظہور ایک ایک خاص قوت (شکتی) یعنی ذریعے سے ہوا ہے۔ اور ہوتا ہے۔

(i) خالق (برہما) نے اپنی حکمت (سرسوتی) سے دنیا کو پیدا کیا ہے یعنے خالق میں صفت حکمت مستور ہے۔

(ii) حافظ (وشنو) اپنی رحمت (لچھمی) کے ذریعہ سے دنیا کا محافظ ہے یعنی حافظ کی صفت میں رحمت موجود ہے۔

(iii) مالک (سیوا) اپنی قدرت (پاروتی) سے دنیا میں سزا و جزا کا مختار ہے۔ مارتا جلاتا ہے یعنی مالک کی صفت میں قضا و قدر کا ظہور ہے۔

(خدائے تعالیٰ) = (خالق × حکیم) × (حافظ × رحیم) × (مالک × قادر)

(پرمیشر) = (برہما × سرسوتی) (وشنو × لچھمی) × (سیوا) × پاروتی)

مگر علمائے ہنود نے پہلے اصل اصول (ایکم ایوا ادی وتیم) وحدہٗ لاشریک لہٗ کی تعبیر میں اختلاف کیا ہے جسکی صراحت متعاقب کی جائے گی اور انہوں نے دوسرے اصول اکثر ایسے استعارات و تشبیہات کے پیرایہ میں بیان کئے ہیں جن سے یہ غلط فہمی عام طور پر رواج پا گئی ہے کہ ہنود تین خدا (برہما، وشنو، سیوا) کے قائل ہیں اور ہر ایک خدا کے لیے انہوں نے ایک زوجہ (سرسوتی، لچھمی، پاروتی) مقرر کر دی ہے اور جس طور سے انہوں نے صفات باری کو علیحدہ علیحدہ مشخص و موسوم کیا ہے اس سے بھی یہ غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ گویا ہنود (۳۳) لاکھ خدا کو مانتے ہیں۔ مگر یہ غلط فہمی ہرگز بجا نہیں ہے کیونکہ اصل عقیدہ جسکی نسبت ان کے تمام علما و فضلا متفق ہیں وہ فقط اسی قدر ہے کہ خدا کی ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے اس کے تین بڑے جامع صفات ہیں جو موجودات عالم کے بانی مبانی ہیں اور ہر ایک

صفت کے ظہور کا طریقہ جو اس دنیا میں انسان کو محسوس ہوتا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ خدا حکمت والا، خالق، رحم والا، حافظ، قدرت والا، مالک ہے یعنی دوسرے الفاظ میں خدائے تعالیٰ خالق، حکیم، حافظ، رحیم، مالک، مقتدر ہے۔

یہاں تک تو الٰہیات ہنود میں ان کے تمام علما کا اتفاق ہے، مگر اس کے بعد اکثر مسائل الٰہیہ کی نسبت ان میں اختلاف واقع ہوا ہے جس نے ہنود کے مختلف فرقے پیدا کیے ہیں۔ ہر فرقہ ہر مسئلہ کو اپنے طور پر حل کرتا ہے اور دوسرے طریقوں کو رد کرتا ہے۔ یہ مسائل کب اور کس لیے معرض بحث میں آئے۔ اس کی صراحت ہنود کی تمدنی و اخلاقی تاریخ پر نظر ڈالے بغیر نہیں کی جا سکتی اور تاریخی امور کے مجمل بیان کی بھی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ یہاں فقط تین چار اہم سوالات اور ان کے جوابات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو علمائے ہنود کے آپس کے مباحثات و مناظرات پر غور کرنے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور جن پر چند موجودہ فرقہ ہائے ہنود کے عقیدوں کا دار و مدار ہے۔

I خدائے تعالیٰ (پرمیشر) سے دنیا یعنی موجودات عالم (لوکم) کو کیا اور کیسا تعلق ہے؟ یہ سوال کلمہ سنسکرت (ایکم ایوا ادی دتیم) کے معنوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کلمہ کا ترجمہ ہم نے اوپر (وحدہٗ لا شریک لہٗ) کیا ہے لیکن علمائے ہنود نے اس کا لفظی ترجمہ مختلف طور سے کر کے خدا اور دنیا کے باہمی تعلق کے مسئلہ کو تین طور سے طے کیا ہے:۔

(۱) سری شنکر اچاریہ نے (جو دو ہزار سال قبل ہند میں واعظ تھے)، اس کے لفظی ترجمہ کے ساتھ اس کی تعبیر یوں کی ہے۔

(ایکم ایوا ادی دتیم) خدا ایک ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں۔ سوائے خدا کے اور کوئی موجود نہیں۔

لہذا جو موجود ہے وہ خدا ہی ہے، اس کے سوا اور کوئی موجود نہیں ہے عالم جسکو ہم دنیا کہتے ہیں وہ اگر موجود ہے تو خدا ہی ہے اور کوئی نہیں۔ خدا عالم ہے۔ اور عالم خدا ہے۔ خدا سے دنیا جدا نہیں اور دنیا سے خدا جدا نہیں۔

سری شنکر اچاریہ اور ان کے معتقدین (وحدت الوجود) کے قائل ہیں یعنی خدا کا موجودات عالم سے الگ ہونا نہیں۔ یہ نہ صرف (ہمہ اوست) کہتے بلکہ ہر چہ ہست اوست کہتے ہیں۔ اس فرقہ کا نام (ادویتا) دوئی کو ترک کرنے والا فرقہ ہے۔ اس فرقہ والے برہمن (سمارتھا) اور کبھی (سائیوا) بھی کہلاتے ہیں جن کے پیشانیوں کے قشقہ کا نمونہ ایسا (☰) ہوتا ہے۔ اس فرقہ کی دو شاخیں ہیں ایک جبریہ، دوسرے قدریہ جن کو مسئلہ جبر و قدر میں اختلاف ہے۔

(۲) سری رامانجا چاریہ نے (جو تقریباً نوسو سال قبل ہند میں واعظ تھے۔) یوں تعبیر کی ہے:۔

ایکم ایوا ادوی ویتم

خدا الگ بغیر دوسرے کے ہے۔

خدا کے سوا اگر کوئی دوسرا موجود ہے، تو فقط اسی کا ظہور ہے اور کوئی نہیں۔ لہذا جو موجود ہے اور جو ہم کو محسوس ہوتا ہے وہ خدا نہیں لیکن خدا سے جدا بھی نہیں۔ دنیا اور خدا میں باہمی تعلق مثلاً ایسا ہی ہے جیسا کہ قالب اور روح میں ہے۔ روح سے قالب زندہ ہے اور نشو و نما پاتا ہے پھر بھی قالب جدا ہے اور روح الگ ہے۔ اگرچہ دونوں ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں اسی طرح خدا اور موجودات عالم یعنی دنیا ایک دوسرے سے الگ ہیں اگرچہ خدا بغیر دنیا نہیں اور دنیا بغیر خدا نہیں مگر ہم دنیا کو خدا نہیں کہہ سکتے اور خدا کو دنیا نہیں کہہ سکتے جس طرح روح سے (زندہ) جسم خالی نہیں ہے اسی طرح یہ زندہ موجودات

عالم خدا سے خالی نہیں ہیں۔ خدا دنیا میں مانند روح کے موجود ہے۔
صوفی اگرچہ اوست وے او نمی شود آئینہ رو نماست وے روبمی شود

سری رامانجاچاری اور ان کے معتقدین ایک خاص قسم کے (وحدت الوجود) کے قائل ہیں جس کی ہم نے (غالباً غیر مکمل) صراحت کی ہے۔ یہ فرقہ خدا کا دنیا سے برتر ہونا مانتا ہے۔ اگرچہ خدا کو دنیا سے بالکل جدا نہیں کہتا ہے۔ یہ (ہمہ اوست) اور (ہمہ از وست) دونوں مقولوں کے معنی ایک سمجھتا ہے۔ اس فرقہ کا نام (وششت اودیتا ہے) جو ایک محدود (دوئی) کا قائل ہے۔ اس فرقہ والے برہمن (وشنوا) کہلاتے ہیں۔ جن کی پیشانیوں کے قشقہ کا نمونہ ایسا (لملا) یا ایسا (للما) ہوتا ہے۔ اس فرقہ کی بھی دو شاخیں جبریہ وقدریہ ہیں جن کو مسئلہ جبر و قدر میں اختلاف ہے۔

ایک فرقہ اور بھی ہے جس کے بانی سری ولبھا چاریہ ہیں (جو تقریباً پانچسو سال قبل ہندمیں واعظ تھے) اور جن کے معتقدین بھی ایک خاص قسم کے وحدت الوجود کے قائل ہیں۔ ایک محدود (دوئی) خدا اور دنیا میں مانتے ہیں گویا دنیا مانند روشنی کے ہے۔ اور خدا مانند روشنی دینے والے چراغ کے ہے بغیر چراغ کے روشنی نہیں اور روشنی بغیر چراغ نہیں پھر بھی چراغ الگ ہے اور روشنی الگ ہے۔

آدم کو خدا مت کہو آدم خدا نہیں لیکن خدا کے نور سے آدم جدا نہیں

ولبھا چاریہ فرقہ کے اعتقادات اور وشنوا فرقہ کے اعتقادات میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ اس فرقہ والوں کی پیشانیوں کے قشقہ کا نمونہ ایسا (لا) یا ایسا (ن) ہوتا ہوتا ہے۔

(۳) سری مادھو اچاریہ نے جو تقریباً سات سو سال قبل ہندمیں واعظ تھے

یوں تعبیر کی ہے

ایکم ایوا ادی وتیم
خدا ایک ہے دوسرا خدا نہیں ہے۔
خدا کے ساتھ دوسرا کوئی شریک نہیں ہے۔

لہذا موجودات عالم جن کو ہم دنیا کہتے ہیں وہ خدا کے ساتھ کسی طرح شریک نہیں بلکہ خدا سے بالکل جدا مخلوق ہیں۔ خدا الگ ہے اور دنیا الگ ہے۔ ان دونوں میں فقط خالق و مخلوق کا تعلق ہے اور کچھ نہیں۔

سری مادھواچاری اور ان کے معتقدین (وحدت الوجود) کے قائل نہیں ہیں۔ دنیا سے خدا کی ذات برتر اور بالکل جدا سمجھتے ہیں مقولہ (ہمہ اوست) کے منکر فقط (ہمہ از وست) کے قائل ہیں۔ اس فرقہ کا نام (دوتیا) ہے جو خدا اور دنیا میں بالکل (دوئی) جدائی کو تسلیم کرتا ہے۔ اس فرقہ والے برہمن (مادھوا) کہلاتے ہیں جن کی پیشانیوں پر قشقہ فقط ایک سیاہ نقطہ ہوتا ہے اور ان کے کنپٹیوں پر اور داہنے بائیں مونڈھوں پر صندل کے چھاپے رہتے ہیں۔

(۲) خدا کے تین جامع صفات (برہما، وشنو، سیوا) معہ ان صفات کے جو ان کے لازم و ملزوم ہیں (سرسوتی، لچھمی، پاروتی) ان میں کونسی صفت سب سے بڑی ہے یعنی سب سے بڑھ کر انسان کے لیئے قابل پرستش ہے؟

اگرچہ مان لیا جاتا ہے کہ فقط خدائے تعالیٰ (پرمیشر) کی ذات ہی قابل پرستش ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ خدا کی ذات بیچون جو انسان کے حس فہم و خیال سے بالاتر ہے اسکی پرستش انسان ضعیف العقل سے نہیں ہوسکتی۔ انسان کے لیے پرستش کے واسطے کوئی ایسی شے یا کوئی ایسا مفہوم ہونا چاہیے جو اسکے عقل و فہم میں آ سکتا ہو اس لیئے خدا کے صفات جس کا ظہور موجودات عالم میں ہے انہیں کی پرستش

انسان کر سکتا ہے اور تمام صفات باری کی یکساں پرستش بھی انسان کے امکان سے باہر ہے۔ لہذا فقط کسی ایک صفت باری کی پرستش ہی انسان سے اچھی طرح ہو سکتی ہے

خدائے تعالیٰ کے لاکھوں صفات میں سے فقط ایک صفت کی پرستش ہی انسان کر سکتا ہے اور کسی ایک صفت کی پرستش انسان کے واسطے دراصل خدا کی ذات کی پرستش ہے۔ کیونکہ صفت اس کے موصوف سے جدا نہیں ہے اور نہ جدا ہو سکتی ہے۔ لہذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کے تین جامع صفات میں سے کونسی صفت ہے جو دنیا میں اچھی طرح ظاہر ہے جس کی پرستش انسان اپنے دل و جان سے کر کے خدائے تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے جو پرستش کا مقصود ہے

(۱) سائیوا فرقہ والے جو ادوتیا ہیں (مالک و مقتدر) کے صفات کو سب سے بہتر پرستش کے قابل سمجھتے ہیں۔

(۲) وشنوا فرقہ والے جو وشست ادوتیا ہیں (حافظ رحیم) کے صفات کو سب سے بہتر پرستش کے قابل سمجھتے ہیں۔

(۳) لانگائت، سکھتا، یہ دو فرقے خالق و حکیم کے صفات کی پرستش کو دوسرے صفات کی پرستش سے بہتر سمجھتے ہیں۔

لنگائت خالق کی صفت کو مذکر تصور کرتے ہیں اور سکھتا حکیم کی صفت کو مؤنث تصور کرتے ہیں صفت مؤنث کو صفت مذکر پر ترجیح دیتے ہیں۔ ہر ایک فرقہ اپنی پرستش میں غلو و مبالغہ کرتا ہے۔ صفت کو چھوڑ کر موصوف یعنی مظہر صفت کی پرستش جائز رکھتا ہے۔ اس بات سے بت پرستی کے وجوہ سے ہمیں یہاں بحث کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم تمام فروع سے قطع نظر کر کے فقط ہر فرقہ ہنود کے اصول کی صراحت کرتے ہیں اور کوئی اعتراض یا نکتہ چینی اس

تحریر کے مقصد سے خارج ہے۔

زنار پہننے والے ہنود جو ہند میں ہیں ان میں فیصدی (۷۵) سائیوا فرقہ والے ہیں اور فیصدی (۱۵) وشنوا فرقہ والے ہیں بقیہ فیصدی (۱۰) دوسرے فرقہ والے ہیں۔

III انسان کو کس قسم کے جوش و خلوص کے ساتھ خدائے تعالیٰ کی پرستش کرنی چاہیئے؟ آدمی سے آدمی کو محبت تین قسم کی ہوتی ہے۔ ایک محبت ماں بیٹے میں ہوتی ہے۔ دوسری محبت میاں بیوی میں ہوتی ہے، تیسری محبت مرید و مرشد میں یا شاگرد و استاد میں ہوتی ہے۔ انسان کے لیئے خدا کے ساتھ ان تینوں قسم کی محبت کا رکھنا جائز سمجھا گیا ہے لیکن ہر ایک فرقہ ان میں سے ایک قسم کی محبت کو دوسرے دو قسموں کی محبت پر ترجیح دیتا ہے۔

IV دنیا میں انسان کے لیئے ذریعۂ نجات کیا ہے؟ یہاں دنیا سے مراد کل موجودات عالم نہیں ہے۔ فقط ہر فرد بشر کا ماحول مراد ہے یعنی وہ دنیا جسکو ہر آدمی اپنے اطراف و جوانب میں محسوس کرتا ہے۔ یہ دنیا ہر آدمی کے خیال عقل و حواس کے فراخور چھوٹی بڑی ہو سکتی ہے۔ علمائے ہنود کے نزدیک ایسی دنیا بے ثبات و ناپائدار و فانی ہے۔ اس دنیا کی جملہ لذتیں محض گندم نما جو فروش ہیں جن سے انسان کو خوشی سے زیادہ دکھ درد حاصل ہوتا ہے۔ علی الخصوص جبکہ انسان دنیاوی خواہشات و لذتوں میں مبتلا ہوکر اپنے خدا کو بھول جاتا ہے تو اس سے اس کو جسمانی و روحانی مضرت کے سوا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ لہذا ہر فرد بشر کے لیئے لازم و ضرور ہے کہ اس محسوس دنیا سے جسقدر جلد ہو سکے نجات حاصل کرے۔

(الف) چند ہنود کے نزدیک نجات سے مراد نیست و نابود ہو جانا ہے

ان کے عقیدہ میں ہر آدمی کے وفات کے بعد اس کی روح دوسرے قالب میں پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح بار بار مختلف قالبوں میں پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح بار بار مختلف قالبوں میں پیدا ہو کر دنیا کے آفات و مصائب جھیلتی رہتی ہے۔ تاوقتیکہ ہر انسان کی روح نیست ونابود نہ ہو جائے اور بار بار قالب بدل کر دنیا میں آنے سے رُک نہ جائے اس کو نجات حاصل نہیں ہوتی۔ یعنی نجات ہر منفرد روح کو اسی وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ وہ (نروانا) نیست ونابود ہو جاتی ہے۔ غرض (نروانا) حاصل کرنا انسان کے واسطے (نجات) ہے۔

(ب) چند دوسرے ہنود کے نزدیک (نجات) سے مراد ہے انسان کی روح کا خدائے تعالیٰ کی روح سے مل کر ایک ہو جانا۔ ان کے اعتقاد میں ہر آدمی پرمیشر کی روح کا ایک بہت ہی خفیف سا جزو ہے۔ جو انسان کی پیدائش کے وقت اس کے قالب میں کسی نہ کسی طور سے آجاتا ہے۔ نیک انسان کی روح تو اسکے وفات کے وقت اس کا قالب چھوڑ کر فوراً اپنے اصل یعنی پرمیشر کی روح کی طرف رجوع کر کے اس سے مل جاتی ہے لیکن گنہگار انسان کی روح اس کی وفات کے بعد اکثر دوسرے قالبوں میں پیدا ہو کر آفتیں سہتی رہتی ہے اور کبھی یوں ہی بغیر قالب کے بھٹکتی پھرتی ہے۔ البتہ جب اس کا فرزند یا اور کوئی قریب کا رشتہ دار سخاوت وغیرہ نیک کاموں سے اسکی روح کو ثواب پہونچاتا ہے تو اُس وقت وہ روح پرمیشر کی روح میں جا کے مل جاتی ہے اور نجات ہو جاتی ہے۔

الغرض اس دنیا میں انسان کی نجات کے واسطے خواہ اس سے کچھ بھی مراد ہو۔ ہر فرقہ ہنود کے نزدیک (بھگتی) کی ضرورت ہے فقط بھگتی ہی ذریعہ نجات ہے لیکن (بھگتی) کے معنوں میں علمائے ہنود میں اختلاف واقع ہوا ہے۔

(۱) ایک گروہ کے نزدیک بھگتی سے مراد افعال حسنہ ہے افعال وہی نیک ہیں جو خالصتہً للہ کیئے جائیں۔ جو کام دنیا میں کیا جائے وہ کسی ذاتی یا دنیاوی غرض یا خیال سے نہ کیا جائے بلکہ فقط اللہ کے واسطے اللہ کی رضا جوئی کے لیے کیا جاوے۔ انسان اس دنیا میں (کرما یوگ) حاصل کرلے یعنے (فنا فی فعل اللہ) ہو جائے۔

دوسرے گروہ کے نزدیک (بھگتی) سے مراد عشق ہے دنیا میں آدمی ہر انسان و ہر شئے کو مظہر صفاتِ الٰہی جان کر اس سے محبت کرے یعنی اس کو اپنے نفس اور اپنے ذات پہ ہر امر میں ترجیح دیتا رہے حتیٰ کہ اسکو اس عشق مجازی کی وجہ سے عشق حقیقی حاصل ہو جائے۔ اللہ سے عشق پیدا ہو جائے اس دنیا میں انسان کا مایوگ حاصل کرے یعنی وہ فنا فی صفات اللہ ہو جائے۔

(۳) تیسرے گروہ کے نزدیک (بھگتی) سے مراد عرفان ہے دنیا میں انسان کبھی خدا کو نہ بھولے ہر وقت و ہر لحظہ یاد الٰہی میں مشغول رہے اللہ کی قدرت و دیگر صفات الٰہی پر غور کر کے خدا کے پہچاننے کی کوشش کرتا رہے حتیٰ کہ وہ اپنے کو خدا میں دیکھے اور خدا کو اپنے میں دیکھے انسان اس دنیا میں (گیان یوگ) حاصل کرے یعنی (فنا فی اللہ) ہو جائے۔

ہر قسم کا یوگ حاصل کرنے کے لیے ہر گروہ ہنود کے ہاں زہد و تقویٰ عبادت اور ریاضت کے جداگانہ خاص طریقے ہیں جو مرشد مریدوں کو سکھاتے ہیں۔

ہنود کی مذہبی کتابوں میں زیادہ تر بحث ذات باری (پرمیشر) و حقیقت روح (آتمان) سے ہے۔ ذات باری کی بحث کے چند اصول و فروع کا خاکہ سابقہ ارٹیکل میں کھینچا گیا ہے۔ جو رسالہ ہذا کے ماہِ شعبان کے نمبر میں شائع ہوا۔ اسی کے سلسلہ میں اب حقیقت روح کے چند اصول و فروع کا خاکہ کھینچنے کی کوشش

کی جاتی ہے۔ اسکا بھی حسب سابق مقصد یہی ہے کہ محض تصریح و توضیح کیجائے کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ کیا جائے۔

علمائے ہنود کے نزدیک دنیا یعنی عالم محسوسات کے دو جزو ہیں۔ جزو اوّل مادہ ہے جو باعتبار جنس ایک ہے لیکن جمادات، نباتات، حیوانات، و انسانات کے مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسکو (عالم اجسام) کہتے ہیں جزو ثانی روح ہے جو باعتبار جنس ایک ہے مگر مختلف حالتوں میں متفرق اجسام میں حل ہو کر انکی نشو و نما کی باعث ہوتی ہے۔ اسکو (عالم ارواح) کہتے ہیں۔ کلکتہ میں سر جگدیش بوس نے چند خاص آلات کے ذریعہ سے ثابت کر دیا کہ حیوانات و انسانات کے سوا جمادات و نباتات میں بھی ایک قسم کی روح موجود ہے۔ مگر اس وسیع مضمون کو مختصر و محدود کرنے کے لیے یہاں روئے سخن صرف انسان و روح انسان کی طرف ہے۔ سہولت کی غرض سے اس مضمون کا خلاصہ ایک شجرہ کے طور پر حسب ذیل بتایا جا سکتا ہے۔

اور وہ یہ ہے:-

دنیا = عالم محسوسات

مادہ (عالم اجسام) ← حلول ← روح (عالم ارواح)

قالب انسان ← نفس انسان

اعمال صالح | اعمال طالح | نیت نیک | نیت بد

"کرم" دھرم
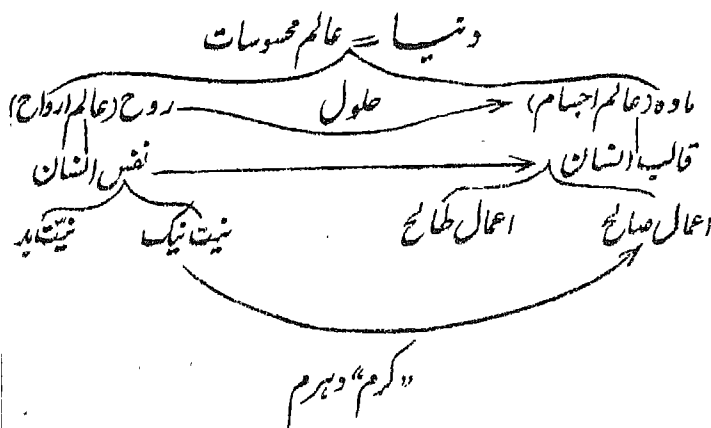
I تناسخ اَرْواح

عالم اجسام سے عالم ارواح بالکل جدا گانہ ہے اگرچہ دونوں میں اکثر ارتباط و اتحاد رہتا ہے۔ ارواح اپنے عالم سے اجسام میں آکر افراداً انسان پیدا کرتی ہیں۔ ہر فرد بشر کی موت کے بعد اس کی روح علی العموم دوسرے جسم میں پیدا ہوتی ہے۔ اور کبھی کبھی اپنے عالم میں واپس چلی جاتی ہے۔ روح کو جسم سے کس طرح ارتباط و اتحاد رہتا ہے وہ محض تشبیہات سے ہی بیان کیا جا سکتا ہے۔

(الف) مادہ۔ مادہ کی شکل اور روح۔ ان ہر سہ کے باہمی تعلق کی ایک تشبیہ وید کے کتاب چھاندوگ میں ایک رشی نے اپنے فرزند کے سوال کے جواب میں بیان کی ہے۔ مادہ مانند پانی کے ہے جو جس شکل کے برتن میں رہے اسکی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ روح مانند نمک کے ہے جو پانی میں ڈال دینے سے اسمیں ایسا گھل جاتا ہے کہ برتن کے تمام پانی کا مزہ یکساں کھاری رہتا ہے۔ گویا نمک کا ہر ذرہ پانی کے ہر ذرہ کے ساتھ پورے طور سے مل گیا ہے۔ جب ایک عرصہ کے بعد برتن سے پانی بخار ہو کر اُڑ جاتا ہے تو نمک جیسا کہ پانی میں گھلنے کے قبل تھا ویسا ہی باقی رہجاتا ہے۔ مادہ جب انسان کی شکل میں عیاں ہوتا ہے تو روح اسکے ہر عضو ہر حصہ عضو بلکہ اسکے ہر سالیہ میں یکساں ساری و طاری رہتی ہے۔ مگر جب مادہ شکل انسان کو بدلنے کی طرف مائل ہوتا ہے یعنی جب جسم مرجاتا ہے تو روح جیسی تھی ویسی ہی باقی رہ جاتی ہے۔

(ب) ایک اور تشبیہ یہ ہے کہ جسم مانند بانسری کے ہے اور اسمیں روح مانند بانسری بجانیوالے کے سانس کے داخل و خارج ہوتی رہتی ہے۔ سانس

ایک سرے سے داخل ہوکر دوسرے سرے سے خارج ہوئے تک بالشری
بولتی رہتی ہے بعدہٗ خاموش ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جس عرصہ تک روح جسم میں رواں
رہتی ہے جانور یا انسان جاگتا سوتا، کھاتا پیتا، بولتا چلتا رہتا ہے۔ مگر جسوقت
روح جسم کو چھوڑ دیتی ہے اسکی بول چال بالکل موقوف ہو جاتی ہے ؎

بالبِ دمسازِ خود گر جفتمے — ہمچو نے من گفتنیہا گفتمے
ہر کہ او از ہمزبانے شد جدا — بے نوا شد گرچہ دارد صد نوا (مثنوی)

II مدارج ارواح

جب تک روح زندانِ جسم میں مقید رہتی ہے بمصداق (کل شیٔ یرجع
الیٰ اصلہ) اپنے زندان سے رہا ہو کر اپنے عالم ارواح میں واپس چلے جانے
کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ روح کی یہی کوشش آزادی ہے جو جسم کے ان جملہ
حرکات و سکنات کو عیاں کرتی ہے۔ جنکو ہم حیات و زندگی کے آثار سمجھتے
ہیں۔ غرض علمائے ہنود نہ صرف روح کا وجود جسم سے جداگانہ مانتے ہیں بلکہ
اسکے حلول و اتحاد کے بھی قائل ہیں۔ اُنکے رائے میں روح قدیم ہے حادث
نہیں۔ کیونکہ اسکا مبداؔ و معاد ذات باری سے متعلق ہے۔ ہمہ اوست کہنے
والے ویدانتیوں کے عقیدہ میں عالم ارواح ایک بحرِ ذخار ہے جسکے قطرے
منفرد ارواح ہیں ؎

حق بحرِ حقیقت است و کونین درو — چوں یخ بمیان آب و آب اندر یخ (ابو سعید)

اندر ہمہ اوست کہنے والے بھگتیوں کے عقیدہ میں عالم ارواح ایک
بقعۂ نور ہے جسکی شعاعیں منفرد ارواح ہیں ؎

یا رب لیلیٰ و شر ہر را عجم مرو، و مجنوں نیست (؟) — شمع از دائرہ برتو خود بیرون نیست

لیکن دونوں فرقوں کا اتفاق ہے کہ جب منفرد ارواح اجسام میں آکر بشکل انسان پیدا یا ظاہر ہوتی ہیں (انفاس) کہلاتی ہیں۔ ہر نفس انسان کے تین درجے یا حالتیں ہیں۔ بھُر[1]، بھوار[2]، سورگ[3]:-

(۱)۔ روح کی حالت اسفل (بھُر) نفس حیوانی ہے جسکا خاصہ (کاما) شہوت ہے مثلاً بھوک پیاس وغیرہ جو جسم کے ضروریات نشو و نما کو رفع کرتی ہے۔ نفس حیوانی کو اہل تصوف کی اصطلاح میں نفس امارہ کہیں گے۔

(۲) روح کی حالت اوسط (بھوار) نفس **خودی** ہے جسکا خاصہ (اہنکار) ہوا و ہوس یعنی ذاتی خواہش ہے جو انسان کو اپنی (سکھ) راحت حاصل کرنے اور اپنے کو (دکھ) آفت سے بچانے کی کوشش میں رکھتی ہے۔

یہ وہی نفس ہے جسکو ہر انسان (منش) اپنی ذات سمجھتا ہے۔ اسی کو "میں" کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اپنے تمام اعضاء و افعال، اپنے تمام حالات و خصائل میں سے کسی کو بھی "میں" نہیں کہتا ہے بلکہ اُن سب کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ عضو میرا ہے۔ وہ فعل میرا تھا میں ایسی حالت میں ہوں۔ میری خصلت ویسی تھی۔ گویا یہ سب اگرچہ اسکی ذات سے متعلق ہیں لیکن اس کی ذات اُن سب سے الگ ہے۔ اپنی ذات کے انہیں متعلقین سے کام لینے میں (نفسانیت) پیدا کرتا ہے یعنی اپنی ذات کے واسطے جذب منفعت و دفع مضرت کے افکار و افعال میں مبتلا رہتا ہے جو فی الحقیقت اس کے نفس خودی کے اہنکار ہیں۔

اہل تصوف نفس خودی کے ایک اہنکار کو نفس لوامہ کہتے ہیں جبکہ وہ اپنے کیئے سے پشیمان ہوکر اپنے آپ کو لعنت و ملامت کرتا ہے۔ نفس خودی کی حالت لوامہ اسکو حالت علوی کی طرف مائل کرتی ہے۔

(۳) روح کی حالت علوی (سورگ) نفس ملکوتی ہے جسکا خاصہ (آتمان) برات ہے یعنی تمام کاما و اہنکار رجملہ شہوات حیوانی و خواہشات نفسانی سے بری یا الگ ہو جاتا ہے۔ اہل تصوف کی اصطلاح میں آتمان کو نفس مطمئنہ کہینگے۔

نفس حیوانی کو اپنے آپ کا شعور نہیں رہتا اور اگر رہتا بھی ہے تو اس قدر کم رہتا ہے جو بے شعوری کے مساوی ہوتا ہے۔ گویا ایک گدھا ہے جسکو اپنی ذات کی خبر ہی نہیں اپنے پرائے کی تمیز ہی نہیں فقط پیٹ بھرنے اور پیاس بجھانے کے واسطے مارا مارا پھرتا ہے۔ انسان بھی جس وقت کسی کام میں مبتلا ہو جاتا ہے اپنی کسی شہوت کو پوری کرنے میں مصروف ہوتا ہے تو اس وقت اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ اس کو اپنی ذات کا شعور نہیں رہتا بخلاف اس کے نفس خودی کو اپنے آپ کا کامل شعور رہتا ہے۔ وہ اپنے پرائے کی اچھی تمیز کرسکتا ہے۔ اسی ذاتی شعور کی وجہ سے وہ اہنکار نفسانیت۔ ذاتی ہوا و ہوس میں ایسا پھنسا رہتا ہے کہ اسکو خود اپنی خوشی و راحت کے سوا کسی دوسرے کے غم و اذیت کی پرواہ نہیں رہتی اور اگر کبھی رہتی بھی ہے تو محض اپنی ذات کے سکھ کے واسطے رہتی ہے۔ چنانچہ جو انسان اہنکار۔ نفسانیت میں مبتلا رہتا ہے وہ اگرچہ اپنے بال بچوں کی نگرانی حفاظت و پرورش کرتا ہے لیکن محض اپنی ذاتی غرض سے کرتا ہے کیونکہ اگر وہ چین سے نہ رہیں تو خود اسکی ذات کی راحت سکھ میں فرق آتا ہے یا اسکو کسی قسم کی اذیت ہوتی ہے لیکن آتمان نفس ملکوتی ہر ایسی خود غرضی۔ نفسانیت و اہنکار سے بری رہتا ہے اسکو پورے طور سے اپنے آپ کا شعور رہتا ہے اور اپنے پرائے کی تمیز نفس خودی سے بھی زیادہ ہوا کرتا ہے کہ دوسروں کے راحت و آرام کو اپنے راحت و خوشی پر ترجیح دیتا ہے۔

ایک فرقہ ہنود کا خیال ہے کہ آتمان نفس ملکوتی وہی ہے جو شہوات حیوانی

(کاما) اور خواہشات نفسانی (اہنکار) کو بالکل ترک کر دے بلکہ انکو مار کر کالعدم کر دے۔ اسی غرض سے اس فرقہ کے بعض اشخاص تارک الدنیا (سنیاسی) ہو جاتے ہیں شدید ریاضت اور نفس کشی کو بہترین عبادت سمجھتے ہیں لیکن اور ایک فرقہ ایسی نفس کشی کو یعنی جسم کو ہر قسم کی آفت میں ڈالکر نفس کے کاما و اہنکار بالکل ترک کالعدم کر دینے کو غیر ممکن سمجھتا ہے۔ اس کی رائے میں شہوات و خواہشات نیست و نابود نہیں ہو سکتے۔ انسان سے جو ہمیشہ مع الخطاء والنسیان ہے فقط یہی ہو سکتا ہے کہ ہر امر میں اپنے ذاتی اغراض و خواہشات کو خدائے تعالیٰ جو نفس کل (پرآتمان) ہے اُس کی مرضی کے تابع کر دے۔ اس فرقہ کے اشخاص تارک الدنیا سنیاسی نہیں ہوتے بلکہ (بھگتی) مرد با خدا ہو کر اسکے خلایق کے بہبودی کے ہر طرح سے خواہان و جویاں رہتے ہیں۔ بہر حال سنیاسی و بھگتی دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ نفس خودی دوسرے انفاس نفس حیوانی و نفس ملکوتی کے مابین بطور برزخ واقع ہوا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک طرف خاصیات حیوانی دوسری طرف خصوصیات ملکوتی دونوں پائے جاتے ہیں۔ آج کل کے سائنس کی رائے بھی یہی ہے۔ کہ ؎

آدمی زادہ طرفہ معجون است	از فرشتہ سرشتہ وز حیوان
گر کند میل ایں شود کم ازیں	ور کند قصد آں شود بہ از آں

III ثمرہ حیات و ذریعہ نجات

اس تناسخ ارواح و مدارج انفاس کی ساری بحث کی غایت یہی ہے کہ مذہب کے دو اہم ترین امور کا تعین کیا جائے۔ ایک یہ کہ انسان کی حیات کا ثمرہ (کرم) کیا ہے؟ دوسرا یہ کہ حیات کا بہترین ثمرہ پانیکا طریقہ (دھرم) کیا ہے؟

(۱) "کرم" یعنی ثمرۂ حیات۔ چین حیات یعنی جس عرصہ تک روح قالب میں مقید رہتی ہے دونوں کے باہمی ارتباط واتحاد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک طرف قالب کی نشو و نما ہوتی ہے۔ دوسری طرف روح کی حالت بدلتی رہتی ہے۔ تبدریج درجۂ اسفل سے اوسط اور اوسط سے اعلیٰ کی طرف عروج پاتی ہے یا برعکس اعلیٰ سے درجۂ اوسط یا اسفل کی طرف رجوع کرتی ہے۔ کسی انسان کی حیات کے آخر میں یعنی موت کے وقت جو حالت اس کی روح کی رہتی ہے اُس کو "ثمرۂ حیات" (کرم) کہتے ہیں جیسے جیسے قالب میں روح کی حالت بدلتی جاتی ہے ویسے ویسے وہ آرام پاتی ہے یا آفتیں سہتی ہے اور موت کے بعد دوسرے اچھے یا برے قالب میں پیدا ہوکر مزید آرام پاتی ہے یا مزید آفتیں جھیلتی ہے مثلاً اگر زید اپنی عمر بھر اپنی (کاما) شہوتوں کو پورا کرنے میں مصروف رہے تو اسکی روح نفس خودی کے اوسط حالت سے تبدریج نفس حیوانی کی اسفل حالت اختیار کرلے گی۔ اور اسی وجہ سے زید خود اپنی زندگی میں کامل راحت نہیں پاسکے گا۔ اُس کی موت کے بعد اس کی روح کسی بُرے حیوان کے قالب میں پیدا ہوکر مزید آفتوں میں مبتلا رہے گی۔ اگر خالد اپنے (اہنکار) خود غرضیوں کو ترک کرکے رفاہ عام کے کاموں کا دلدادہ رہیگا تو اسکی روح نفس خودی کے اوسط قالب سے تبدریج ترقی کرکے نفس ملکوتی کی اعلیٰ حالت اختیار کرے گی اور اسی وجہ سے خالد اپنی زندگی میں بھی چین سے رہ سکے گا۔ اور موت کے بعد اس کی روح کسی اچھے انسان کے قالب میں پیدا ہوکر خوش و خرم رہے گی۔ خاص خاص اشخاص جو اخیار و ابرار (رشی منی) ہوتے ہیں ان کی روح جو نفس ملکوتی کی اعلیٰ حالت میں رہتی ہے اس سے عروج کرکے ایسی اعلیٰ ترین حالت میں آجاتی ہے کہ ان کی موت کے بعد وہ کسی

دوسرے قالب میں پیدا نہیں ہوتی بلکہ عالم ارواح میں واپس چلی جاتی ہے
وہاں سے پرواز کرکے وصال الٰہی پاتی ہے۔ ؎

روزے رخش بہ بینم و تسلیم وے کنم ۔ ایں جان عاریت کہ بحافظ سپرد دوست (حافظ)

غرض انسان کی حیات کا بدترین ثمرہ (کرم) یہ ہے کہ اس کی روح
نفس حیوانی کی حالت میں بار بار حیوانوں کے بدترین قالب میں پیدا ہو کر
حیوانوں کی سی زندگی اقسام کے رنج و محن میں بسر کرے۔ اور حیات کا بہترین
ثمرہ (کرم) وہ ہے کہ روح نفس ملکوتی کی حالت میں بار بار اخیار و ابرار کے
قالب میں پیدا ہوتی رہے اور بالآخر عالم ارواح میں چلی جائے پھر عالم اجسام
میں نہ آئے بلکہ مزید ترقی کرکے وصال الٰہی سے مشرف ہو جائے۔

(۲) دھرم یعنی اچھا ثمرہ حیات حاصل کرنے کا طریقہ

اول تو عمل صالح ہے جو (کارما) شہوتوں سے جس قدر ہو سکے بچنا اور افراط و تفریط
سے پرہیز کرنا ہے۔ ثانیاً نیک نیت جو (اہنکار) خود غرضیوں کو روکتی ہے۔ عمل
صالح میں عبادت، ریاضت، سخاوت وغیرہ شریک ہیں اور نیک
نیت میں دوسروں کی بہبودی کو اپنے آرام و خوشی پر ترجیح دینا شامل
ہے لیکن بمصداق (انما الاعمال بالنیات) عمل و نیت توام ہیں ایک دوسرے
سے جدا نہیں ہو سکتے۔ نیت جو نیک و بد ہوتی ہے۔ وہ نفس سے متعلق ہے
عمل جو صالح و طالح ہوتا ہے اعضاء کے حرکات و سکنات پر مبنی ہے
پس عمل صالح وہی ہے جو نیک نیت سے وقوع میں آئے۔ انسان کی
روح عمل صالحہ سے درجۂ اعلیٰ کو پہنچ سکتی ہے اور عمل طالح سے درجۂ اسفل
کی مصیبتیں جھیلتی ہے۔ لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت

(احمد حسین امین جنگ)

نواب امین جنگ بہادر نے باوجود مسلمان ہونے کے ہندو ملل کے فلسفہ کو بہت عمدگی سے بیان کیا مگر اس مضمون میں بھی وہی ایک کمی ہے جو میرے مضامین مندرجہ کتاب ہذا میں ہے کہ الفاظ سنسکرت کے تلفظ اور رسم تحریر میں درستی نہیں معلوم ہوتی اور یہ کمی معمولی نہیں ہے مسلمان جب اس کتاب کو پڑھیں گے تو ان کی معلومات ادھوری رہے گی جب تک کہ وہ الفاظ کا تلفظ ادا نہ کر سکیں۔

نواب امین جنگ ایسے ملک کے رہنے والے ہیں جہاں سنسکرت کے بڑے فاضل موجود ہیں اور وہاں کی ملکی زبانوں میں سنسکرت کے الفاظ بکثرت پائے جاتے ہیں لہذا انہوں نے جس طریقہ سے الفاظ سنسکرت کو لکھا ہے وہ غالباً صحیح ہوگا بعض الفاظ ایسے ہیں جنکی رسم تحریر میرے قلم سے اور طرح ادا ہوئی ہے اور نواب امین جنگ نے اور طریقہ سے لکھا ہے۔ یہ فرق اور تفاوت ہر زبان میں پایا جاتا ہے مثلاً اردو زبان کے بعض الفاظ جن میں قاف کا حرف ہو پنجاب والے اسکا تلفظ کاف کا کرتے ہیں اور حیدر آباد والے قاف کا تلفظ (خ) کرتے ہیں اور (خ) کا تلفظ قاف کرتے ہیں۔ اگر انکو یہ کہنا ہو کہ قاضی قمر الدین صاحب کو بخار آگیا، تو وہ یوں کہینگے خاضی خمر الدین صاحب کو بقار آگیا۔ یہی حال عربی زبان کا ہے جو تلفظ مصر والوں کا ہے وہ اہل شام کا نہیں ہے جو شام والوں کا ہے وہ اہل حجاز کا نہیں۔ جو حجاز والوں کا وہ اہل یمن کا نہیں۔ مصر والے جیم کو گاف بولتے ہیں۔ جامع مسجد کو گامع مسگد کہتے ہیں۔ حجاز والے قاف کو گاف بولتے ہیں۔ ھذا حقی کو ھذا حگی کہتے ہیں۔ اہل شام (ث) کا تلفظ (ت) کرتے ہیں اور قاف کا تلفظ (الف) مثلاً ثلاثہ کو تلتہ کہتے ہیں اور اثنین کو اتنین قال کو آل قل کو ال۔ یہی حال سنسکرت کا ہے ہندوستان کے ہر صوبہ میں اسکے الفاظ کا

تلفظ بھی آتا نہ ہے۔ اس لحاظ سے اگر کوئی مسلمان الفاظ سنسکرت کا تلفظ درست
ادا نہ کر سکے تو وہ قابل الزام نہیں ہے۔
یہ تو میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ میں نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے وہ ہندو
کتابوں اور ہندو اہل علم سے حاصل کر کے لکھا ہے اور اس میں غلطیوں کا امکان
موجود ہے۔ نواب امین جنگ بہادر کی تحریر ایک حد تک غلطیوں سے پاک
معلوم ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے غالباً انگریزی کتابوں سے اقتباسات کیے ہونگے
اور انگریزوں و اہل یورپ نے ہندو مذہب کی تحقیقات ہندوؤں سے زیادہ
کی ہے بعض ہندوؤں سے سنا گیا ہے کہ وہ پروفیسر میکسمولر کے ترجمہ وید کو پڑھنے
کے بعد یہ کہتے تھے کہ اگر بہت سے ہندو جمع ہو کر وید کا ترجمہ کرتے تو بھی میکسمولر
سے اچھا نہ کر سکتے۔ مولوی سید علی بلگرامی مرحوم سنسکرت کے بڑے فاضل تھے اور
انہیں یہ کمال تھا کہ وہ الفاظ سنسکرت کا تلفظ بھی خوب ادا کرتے تھے۔ ریاست
جے پور میں چوہدری نظیر احمد خاں صاحب وکیل سنسکرت کے بڑے فاضل ہیں اور
جسوقت وہ سنسکرت کی عبارتیں پڑھتے ہیں تو ان کے مخالف آریہ اور ذی علم برہمن
بھی حیران ہو جاتے ہیں۔ نوگانواں علاقہ متھرا میں انسداد فتنہ ارتداد کیلئے مسلمانوں
کا ایک جلسہ ہوا تھا اس کی کیفیت ایک آریہ نامہ نگار نے آریوں کے مشہور اخبار
تیج میں لکھی تھی۔ اس کیفیت میں سب سے زیادہ تعریف چوہدری نظیر احمد صاحب کے صحیح
تلفظ سنسکرت اور لہجہ کی کیگئی تھی کہ وہ ہندوؤں سے زیادہ اچھا سنسکرت کا تلفظ کرتے
ہیں۔ قادیانی جماعت کے مولوی عبدالحق صاحب سنسکرت بہت اچھی جانتے ہیں اور
اسکے صحیح تلفظ میں انہیں کمال ہے بنگال کے مولوی شہید صاحب بھی سنسکرت
کے بڑے فاضل مانے جاتے ہیں اور انہوں نے باقاعدہ اسکی ڈگری حاصل کی ہے۔ اور
بابا خلیل داس صاحب چترویدی بھی سنسکرت کے بڑے عالم ہیں۔

آجکل حالات اس قسم کے پیش آرہے ہیں کہ بہت جلد سینکڑوں بلکہ ہزاروں اور مبالغہ نہ سمجھا جائے تو لاکھوں مسلمان سنسکرت زبان اور ہندو مذہب کی حقیقت کو بطور سبق حاصل کرینگے کیونکہ انکو اپنے مذہب اسلام کے تحفظ اور اسکی اشاعت کی ضرورت ہے اور وہ بغیر اس معلومات کے پوری نہیں ہوسکتی میری یہ مختصری کتاب ابتدائی شوق کیلئے کام دیسکیگی اسکے بعد ضرور بڑے بڑے عالموں اور فاضلوں کو متوجہ کریگی جو اس کتاب سے بہت بہتر کتابیں تیار کردینگے۔

التماس

جن ہندو اور مسلمان اہل علم کو اس کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے انکی خدمت میں التماس ہے کہ وہ مؤلف کو آگاہ فرمائیں تاکہ کتاب کی دوسری اشاعت کے وقت اسکی اصلاح کردیجائے۔

آخر میں میں اپنے برادران طریقت اور ان ہمدوست حضرات کا ممنون ہوں جنہوں نے کتاب کی اشاعت سے پہلے اسکی معقول تعداد خریدنے اور مفت تقسیم کرنیکی اطلاعیں دیں اور جنکے سبب اس کتاب کی اشاعت میں آسانی پیدا ہوئی۔ مسلمانوں کی قوم باوجود افلاس و تہیدستی کے ابتک غیر مذاہب کے علوم کی ترویج کا خیال رکھتی ہے اور حیثیت سے زیادہ اس کی اعانت میں خرچ کرنے کو آمادہ رہتی ہے۔ فقط

حسن نظامی۔ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۴۲ھ

دوسرا ایڈیشن

پورے تین سال کے بعد اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ختم ہوا۔ یہ ایڈیشن دوہزار کی تعداد میں تیار ہوا تھا۔ اور اس کا بڑا حصہ تبلیغی کام کرنے والوں کو مفت دیا گیا تھا۔ اسپر بھی افسوس ہے کہ تین سال میں ختم ہوا جو مسلمانوں کی ایسی کتاب سے بے رغبتی کی علامت ہے ؞

حسن نظامی۔ اگست ۱۹۲۷ء

۴۱۳۳۹